Spot CMYK#Waheed

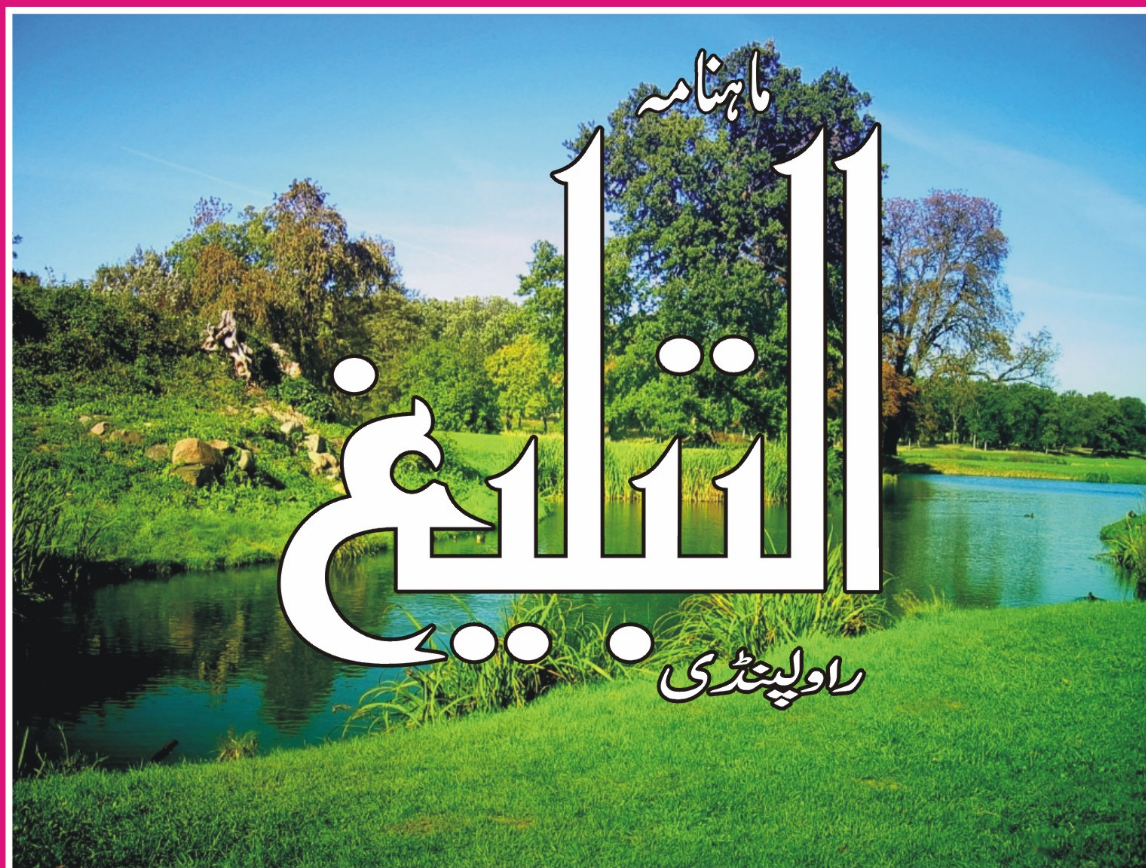

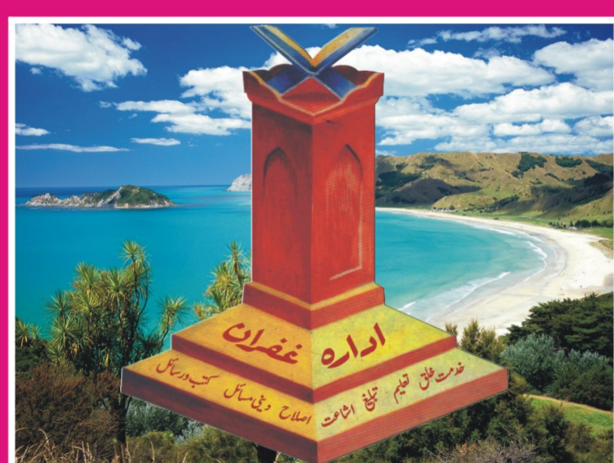

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے

سالانہ.............. 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... ایک اور تباہ کن زلزلہ کی پیشین گوئی .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۵۴، آیت نمبر ۸۳) .... بنی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے پھر جانا..... // // ۵

درسِ حدیث .... نماز کو وقت پر پڑھنے کی فضیلت واہمیت .... // // ۱۰

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

بزرگوں کی صحبت اور فنائیت کے فوائد ومنافع ..... **اصلاحی مجلس**: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۱۶

چیف جسٹس اور بعض دیگر ججوں کی بحالی .... مفتی محمد رضوان ۲۲

تشریع اسلامی کا پس منظر اور اہل تجدد (قسط ۱) .... مفتی محمد امجد حسین ۲۴

ماہِ ربیع الاول: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات .... مولوی طارق محمود ۲۹

نماز کی نیت (نماز کی شرائط کا بیان: قسط ۶) .... مفتی محمد امجد حسین ۳۳

بالوں اور ناخنوں کے آداب .... مفتی محمد رضوان ۳۶

حکیم الامت کی چند نصائح (چوتھی وآخری قسط) .... **اصلاحی مجلس**: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۴۴

بڑھتے ہوئے خودکش حملے اور اہلِ علم کی ذمہ داری (**بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس**) ..... مفتی محمد رضوان ۴۹

علم کے مینار .... سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۱۸) .... مفتی محمد امجد حسین ۵۱

تذکرۂ اولیاء: .... قصہ ایامِ سلف کا سنا کے تڑپا دے مجھے .... // // ۵۴

پیارے بچو! .... عقل مند وزیر .... ابو حافظ محمد فرحان خان ۵۹

بزمِ خواتین .... پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط ۷) ... مفتی ابو شعیب ۶۲

آپ کے دینی مسائل کا حل..... نماز اور غیر نماز میں ٹوپی کا شرعی حکم .... ادارہ ۶۷

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... سوالات وجوابات .... ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۹

عبرت کدہ .... حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط ۱۵) .... ابو جویریہ ۹۱

طب وصحت .... انجیر (Fig) .... حکیم محمد فیضان ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابرار حسین ستی ۹۷

اداریہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مفتی محمد رضوان

ایک اور تباہ کن زلزلہ کی پیشین گوئی

2005ء میں ہندوستان و پاکستان کی کنٹرول لائن کے آر پار اور صوبہ سرحد کے کئی اضلاع میں تباہ کن زلزلہ آچکا ہے جس میں 70 ہزار سے زائد افراد ہلاک اور سینکڑوں بستیاں زمین بوس ہوگئی تھیں۔جس کے اثرات ابھی تک مندمل نہیں ہوئے،اوراس کی تباہی کے آثاراور باقیات ابھی تک لوگوں کے سامنے ہیں

گذشتہ دنوں ماہرینِ ارضیات نے پھر یہ پیشین گوئی کی ہے کہ ہمالیاتی سلسلہ کے مغربی خطے میں ایک اور تباہ کن زلزلہ کا امکان ہے،جس کے دوران سب سے زیادہ تباہی پاکستان و ہندوستان کے زیرانتظام کشمیر کے دونوں حصوں میں ہوسکتی ہے،اوراس کے اثرات کم وبیش قرب وجوار کے دوسرے حصوں میں بھی پہنچ سکتے ہیں،خصوصاً صوبہ سرحد کے گزشتہ زلزلہ سے متأثرہ اضلاع اوران کے ساتھ متصل شمالی علاقہ جات جو اسی ہمالیائی خطے کا حصہ ہیں۔

ہمالیہ کے اس خطہ کے ارضیاتی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے میں ریکٹرسکیل پر آٹھ اعشاریہ ایک درجہ کے زلزلہ کا خطرہ موجود ہے،جس کے نتیجہ میں کمپیوٹر تخمینوں کے مطابق 67 ہزار سے 13 لاکھ 30 ہزار افراد کے ہلاک اور 29 لاکھ افراد کے زخمی ومعذور ہونے کا اندیشہ ہے۔

2005ء کے زلزلہ کے بعد سے اب تک کئی مرتبہ زلزلہ کے ہلکے جھٹکے محسوس کئے جاتے رہے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ زلزلوں کو روکا نہیں جا سکتا،لیکن پیشگی تیاریوں کے ذریعہ سے زلزلہ کے اثرات و نقصانات کو کم کیا جا سکتا ہے،لیکن ہماری حکومتیں اورعوام اس کی طرف سے سُستی اورغفلت کا شکار ہیں

(ملاحظہ ہوروزنامہ اسلام،راولپنڈی اتوار۶/صفر0341ھ 22فروری2009ء)

2005ء کے زلزلہ سے پہلے بھی ماہرین نے زلزلہ کے خطرات کی پیشین گوئی کی تھی، جو بعد میں درست ثابت ہوئی۔

اور بے شک ماہرین کی اس قسم کی پیشین گوئیوں کو سوفیصد یقینی نہیں کہا جاسکتا،لیکن اس کے ساتھ سوفیصد غلط قرار دینا بھی درست نہیں۔

ارضیاتی جائزہ سے اس قسم کے خطرات وامکانات کا قبل از وقت پتہ چلایا جانا ممکن ہے۔

Idara Ghufran

لیکن ان سب باتوں کے باوجود اصل بنیاد امرِ الٰہی پر ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو تمام اسباب و امکانات بے جان ہو کر رہ جاتے ہیں۔ مگر ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ زلزلوں کا کب اور کن اعمال کی بنیاد پر حکم فرماتے ہیں؟

تو قرآن وسنت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلوں کی آمد اور کثرت گناہوں کے دور دورہ کی وجہ سے ہوتی ہے، جب زمین پر گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو زلزلہ کا حکم فرماتے ہیں۔

اس لئے ماہرین کے مطابق تو اگرچہ زلزلوں کو روکا نہیں جاسکتا، مگر قرآن وسنت سے ہمیں زلزلوں کو روکنے کا بھی حل معلوم ہوتا ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے باشندے کفر و شرک اور ہر قسم کے گناہ و معصیت سے سچی توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور استغفار کا اہتمام فرمائیں، جس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائیں گے اور تباہ کن زلزلوں اور دیگر آسمانی و زمینی آفات و بلیات سے حفاظت فرمائیں گے۔

ایک عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ معاشرے میں گناہوں کا سیلاب اور طوفان روز بروز بڑھتا ہی جارہا ہے یہاں تک کہ 2005ء کے تباہ کن زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں بھی لوگوں کے اعمال کی حالت پہلے سے بدتر ہی سننے میں آئی ہے۔

بے حیائی، فحاشی، موسیقی اور ناچ گانے اور تصاویر کی لعنت نے تو پورے معاشرہ کو اپنی دلدل میں اس طرح دھنسایا ہوا ہے کہ معاشرہ اس میں دھنستا ہی چلا جارہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے اور توبہ و استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۵۴،آیت نمبر۸۳) مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے پھر جانا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ يْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّااللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ. ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۸۳)

ترجمہ: اور جب لیا ہم نے پختہ عہد بنی اسرائل سے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے (بھی حسنِ سلوک کرنا) اور لوگوں سے اچھی بات کہنا، اور نماز کو قائم کرنا، اور زکاۃ کو ادا کرنا، پھر تم (اس پختہ عہد سے) پھر گئے، سوائے تم میں سے چند لوگوں کے، اور تم (پختہ عہد کر کے) پھر جانے والے ہو (ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ایک بری خصلت کو بیان فرمایا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کر کے پھر جانے کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنی کتاب توریت میں یہ پختہ عہد لیا تھا کہ وہ ان کاموں کی پابندی کریں گے، کہ وہ:

(۱)......اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے۔

(۲)......والدین کے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

(۳)......رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

(۴)......یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

(۵)......مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

(۶)......لوگوں کے ساتھ اچھی بات کریں گے۔

(۷)......نماز کو قائم کریں گے۔

(۸)......زکاۃ ادا کریں گے۔

مگر بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے اس عہد کی پاسداری نہیں کی، اور وہ اپنے عہد سے پھر گئے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل عہد شکنی کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جن کاموں کے عہد لینے کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے، وہ کام ایسے ہیں کہ حضور ﷺ کی شریعت میں بھی وہ سب کام عبادت ہیں۔

چنانچہ پہلا کام توحید ہے، یہ ہر شریعت اور ہر آسمانی مذہب میں مشترک طور پر لازم اور ضروری رہی ہے، [1] اور شرک کی اللہ تعالیٰ نے کسی مذہب میں بھی اجازت نہیں دی، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ (سورہ نسآء آیت ۴۸)

یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کئے گئے شرک کو نہیں بخشیں گے (جبکہ کوئی شرک سے توبہ کر کے فوت نہ ہوا ہو) اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں، ان میں سے جس کو چاہیں گے بخش دیں گے۔

اور قرآن مجید توحید کی دعوت اور شرک کی نفرت سے بھرا ہوا ہے، اور توحید ہی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق ہے، بنی اسرائیل نے شرک کی صورتیں اختیار کر کے اس عہد کو توڑا۔

دوسرا کام جس کا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا وہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک تھا، اور حسنِ سلوک کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......والدین کی ایذاء رسانی سے پرہیز کرنا، یعنی اپنے کسی قول و فعل اور حرکت سے ان کو تکلیف نہ پہنچائے **(۲)**......ان کی مالی خدمت کرنا، یعنی اپنی حسبِ حیثیت اور والدین کی حسبِ ضرورت مال سے ان کی خدمت و تعاون کرنا **(۳)**......ان کی بدنی و جسمانی خدمت

---

[1] جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ (سورہ انبیاء آیت ۲۵)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِی کُلِّ اُمَّۃٍ رَسُولًا أَنِ اعۡبُدُوا اللَّہَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (سورہ نحل آیت ۳۶)

کرنا، یعنی اگر وہ بدنی وجسمانی خدمت کے محتاج مثلاً بوڑھے، کمزور، بیمار، معذور وغیرہ ہوں تو اپنی حسبِ استطاعت ان کے جسم وبدن کی خدمت کرنا، اوران کے ساتھ زبانی ہمدردی وتسلی بھی اس میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیتے وقت توحید کے ساتھ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا ذکر فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ توحید جو کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس کے بعد مخلوق میں بڑا حق والدین کا ہے، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ والدین جو اولاد کی پرورش اور تربیت کرتے ہیں یہ تربیت دراصل اللہ تعالیٰ کی اپنے مخلوق کی تربیت کا ایک نمونہ ہے، والدین ہی عالمِ اسباب میں انسان کے وجود کا ظاہری سبب ہوتے ہیں، اوروالدین اپنی اولاد کے ساتھ جو احسان کرتے ہیں، وہ کسی غرض اورعوض سے پاک ہوتا ہے، اوراولاد کی تربیت سے والدین تنگ آ کر اسے اپنے سے دورنہیں کرتے، ہرتکلیف ومصیبت برداشت کرتے ہیں، اوروالدین اپنی اولاد کے لئے ہرقسم کی ترقی اورعروج کے خواہاں ہوتے ہیں، اوراولاد کی ترقی پرکبھی حسد نہیں کرتے (معارف القرآن کاندھلوی بتغیر)

اوراسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد ساتھ ہی والدین کے حق کا اور مقامات پر بھی ذکرفرمایا ہے [1]

اوراسی وجہ سے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا ہر شریعت میں حکم رہا ہے، اورقرآن مجید میں بھی کئی جگہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا گیا، اوروالدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے لئے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، اسی لئے اس آیت میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے لئے ان کے مسلمان ہونے کی قید نہیں لگائی گئی (ایضاً)

تیسرا کام جس کا بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا وہ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا تھا، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک میں قریب کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی بھی داخل ہے، جو قریب اور دور کے رشتہ کے اعتبار سے درجہ بدرجہ ہے، اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے ضمن میں گزرچکیں۔

---

[1] چنانچہ ایک مقام پرارشاد ہے:

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ. اِلَیَّ الْمَصِیْرُ(سورہ لقمان آیت ۱۴)

اورایک اورمقام پرارشاد ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳)

اورارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (سورہ نسآء آیت ۳۶)

رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اوران کے حقوق کی ادائیگی کا حکم قرآن مجید میں دوسرے کئی مقامات پر بھی آیا ہے۔ [۱]

بنی اسرائیل نے اس عہد کی بھی پاسداری نہیں کی۔

چوتھا کام جس کا بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا، وہ یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا تھا، یتیم وہ نابالغ بچہ یا بچی ہوتے ہیں، جن کا والدان کی نابالغی کی حالت میں فوت ہوجائے، یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک بھی بہت اہم عبادت ہے، اوراللہ تعالیٰ نے اس کا بھی قرآن مجید میں کئی جگہ حکم فرمایا ہے۔

یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کی بھی وہی تین صورتیں ہیں، جن کا پہلے ذکر گزر چکا ہے۔

بنی اسرائیل نے اس عہد کو بھی توڑا۔

پانچواں کام جس کا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا، وہ مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا تھا۔ اور ہماری شریعت میں بھی مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، اورقرآن مجید میں اس کا بھی کئی جگہ حکم فرمایا گیا ہے، اورسورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں بھی اس کا ذکر آرہا ہے۔

مسکین سے مراد ایسا غریب انسان ہے، جس کے پاس اس کی ضروریات کے لئے مال نہ ہو، اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کی وہی تین صورتیں ہیں، جو پہلے گزر چکیں (اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں آئے گی)

بنی اسرائیل نے اس عہد کو بھی توڑا۔

چھٹا کام جس کا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا وہ یہ تھا کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آنے اور بات کرنے کا تھا، یعنی لوگوں کے ساتھ نرمی اور خوش روئی وکشادہ دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ مخاطب ہونے اور گفتگو کرنے کا، اوراس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی داخل ہے۔

کیونکہ مالی اور بدنی تعاون تو ہرایک کے ساتھ ممکن نہیں، اس لئے ہرانسان کے ساتھ حسنِ سلوک کی جو

---

[۱] مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے:

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶)

یعنی رشتہ داروں کو اس کا حق ادا کرتے رہو۔

اورایک مقام پر ارشاد ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ (سورہ روم آیت ۳۸)

کہ رشتہ داروں کو اس کا حق ادا کرتے رہو۔

صورت تجویز کی گئی، وہ بہت آسان تھی، جس کو ہر ایک کے ساتھ بجالانا ممکن تھا (معارف القرآن کاندھلوی بتغیر)
اور اسلام میں بھی لوگوں کے ساتھ خوش خلقی کی تعلیم دی گئی ہے۔

مگر بنی اسرائیل نے اس عہد کی بھی پاسداری نہیں کی۔

ساتواں کام جس کا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا، وہ نماز قائم کرنے کا تھا، نماز کو قائم کرنے میں اس کو اچھی طرح پڑھنا، اور وقت پر پڑھنا، اور ہمیشہ پڑھنا، سب داخل ہے۔

نماز جس طرح بنی اسرائیل پر فرض تھی، اسلامی شریعت میں بھی فرض ہے، اور ایمان کے بعد اعمال میں سب سے بڑا درجہ نماز ہی کا ہے، اور قرآن مجید میں بھی نماز کو قائم کرنے کا بار بار حکم آیا ہے۔

بنی اسرائیل نے نماز کے عہد کو بھی توڑا۔

آٹھواں حکم جس کا بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا، زکاۃ ادا کرنے کا تھا، اسلامی شریعت میں بھی زکاۃ کا حکم ہے، اور قرآن مجید میں نماز کے ساتھ زکاۃ کا حکم بار بار آیا ہے، نماز اگر بدنی عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے، تو زکاۃ مالی عبادات میں بڑی عبادت ہے، اس لئے نماز کے ساتھ زکاۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل نے ان تمام عہدوں ہی کو پامال کیا۔

مگر بنی اسرائیل میں چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے عہد کو نہیں توڑا، یہ وہ لوگ تھے جو توریت کے پابند رہے، اور جب توریت کا حکم منسوخ ہوگیا تو بعد کی شریعت کی بھی اتباع کی (معارف القرآن عثمانی تغیر)

اللہ تعالیٰ نے آخر میں بنی اسرائیل کے بارے میں ان کی ایک عادت ذکر فرمائی کہ بنی اسرائیل عہد شکنی کے عادی ہو چکے تھے۔

پیارے بچّو

چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے اسلامی باتیں، دلچسپ کہانیاں، مفید قصّے، سچّے واقعات
بچپن کی زندگی گزارنے کے آداب اور کھیلنے کودنے کے اچھے طریقوں پر مشتمل مختلف و متفرق
دلچسپ مضامین کا مجموعہ

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مفتی محمد رضوان

نماز کو وقت پر پڑھنے کی فضیلت واہمیت

دن ورات یعنی چوبیس گھنٹوں میں اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، اوران میں سے ہر نماز کی فرضیت کا تعلق اپنے وقت کے ساتھ وابستہ وقائم ہے، چنانچہ وقت داخل ہونے پر ہی نماز فرض ہوتی ہے، اس سے پہلے نہیں، اوروقت کے اندر ہی ادا ہوتی ہے، اوروقت گزرنے پر نماز قضا ہوجاتی ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ جس طرح پانچ نمازوں کی اہمیت ہے، اسی طرح ان کو اپنے وقت پر ادا کرنے کی بھی اہمیت ہے، اورنماز کو وقت بے وقت پڑھنا ٹھیک نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا(سورہ نساء آیت ۱۰۳)

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے، اورنماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے، اوراس کو قضا کردینا گناہ ہے۔ [۱]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إذا صلی العبد فی أول الوقت صعدت إلی السماء حتی تنتھی إلی العرش فتستغفر لصاحبھا یوم القیامۃ، تقول :حفظک اللہ کما حفظتنی، وإذا صلی فی غیر وقتھا، صعدت لا نور لھا فتنتھی إلی السماء فتلف کما تلف الخرقۃ المبلولۃ فیضرب بھا وجہ صاحبھا، وتقول :ضیعک اللہ کما ضیعتنی(کنز العمال، حدیث نمبر ۱۹۲۶۷ بحوالہ ابن النجار عن ابن مسعود)

---

[۱] (مَّوْقُوْتاً) أی مقدّراً وقتھا فلا تؤخر عنہ(تفسیر الجلالین تحت آیت ۱۰۳ من سورۃ النساء) (وکذافی تفسیر البیضاوی تحت آیت ۱۰۳ من سورۃ النساء ،احکام القرآن جصاص تحت آیت ۳من سورۃ البقرۃ،واحکام القرآن جصاص تحت آیت ۱۸۰ من سورۃ البقرۃ،واحکام القرآن جصاص تحت آیت ۱۸۰ من سورۃ البقرۃ،باب مواقیت الصلاۃ،تفسیر البحر المحیط تحت آیت ۱۰۳ من سورۃ النساء)

ترجمہ: جب بندہ اول وقت میں نماز پڑھتا ہے، تو وہ نماز آسمان کی طرف چڑھتی ہے، یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتی ہے، اور نماز پڑھنے والے کے لئے قیامت کے دن استغفار کرتی رہتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری اس طرح سے حفاظت کرے، جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے، اور جب بندہ بے وقت نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز اوپر چڑھتی ہے، لیکن اس کے لئے نور نہیں ہوتا، اس وجہ سے وہ آسمان تک جا کر ٹھہر جاتی ہیں، پھر اس کو بوسیدہ (اور پرانے) کپڑے کی طرح لپیٹ کر بے وقت نماز پڑھنے والے کے چہرہ پر مار دیا جاتا ہے، اور وہ نماز یہ بددعا دیتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی اسی طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وقت پر پڑھی ہوئی نماز کے اندر قبولیت ونورانیت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ عرش تک پہنچ جاتی ہے، اور نمازی کے لئے تا قیامت حفاظت کی دعا کرتی رہتی ہے، اور بغیر معقول عذر کے بے وقت پڑھی ہوئی نماز کے اندر مقبولیت ونورانیت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے وہ عرش تک نہیں پہنچ پاتی اور نمازی کی طرف برے طریقہ سے لوٹا دی جاتی ہے اور وہ نمازی کو بددعا دیتی ہے۔

بعض احادیث وروایات میں نماز کو ٹھیک ٹھیک اور صحیح طرح پڑھنے پر بھی اس طرح کی قبولیت کا اور غلط طریقہ پر پڑھنے پر اس طرح نماز کے مردود ہونے کا ذکر ملتا ہے، دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ نماز کو ٹھیک اور صحیح ادا کرنے میں نماز کو وقت پر پڑھنا بھی شامل ہے اور غلط طریقہ سے پڑھنے میں اس کو بے وقت پڑھنا بھی شامل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُئًا (ترمذی ،بَاب مَا جَاءَ فِي الْوَقْتِ الْأَوَّلِ مِنْ الْفَضْلِ، حدیث نمبر ۱۷۱ ، واللفظ لهٗ، وقال ابو عیسیٰ هٰذا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ، وحدیث نمبر ۱۰۷۵ ، بَاب مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ الْجَنَازَةِ، السنن الکبریٰ للبیهقی ،باب اعْتِبَارِ الْكَفَاءَةِ ،حدیث نمبر ۱۴۱۲۹)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، ایک تو نماز جب اس کا وقت آجائے، دوسرے جنازہ جب حاضر ہو جائے، تیسرے جوان لڑکی کا جب (نکاح کا) جوڑ مل جائے (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد ومستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

Idara Ghufran

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلاثَةٌ يَا عَلِيُّ لا تُؤَخِّرْهُنَّ الصَّلاةُ إِذَا أَتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدَتْ كُفُؤًا (مسند احمد،حديث نمبر ۷۸۷، واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم ،حدیث نمبر ۲۶۸۶)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی تین چیزوں میں دیر نہ کرو، ایک تو نماز میں جب اس کا وقت آ جائے، دوسرے جنازہ میں جب حاضر ہو جائے، تیسرے جوان لڑکی (کے نکاح میں) جب اس کا جوڑ مل جائے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز ان اعمال میں سے ہے، جنہیں وقت آنے کے بعد مؤخر نہیں کرنا چاہئے، یعنی وقت پر ادا کرنا چاہئے۔ اس سے نماز کو وقت پر ادا کرنے کی اہمیت و تاکید معلوم ہوئی۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے درست ہے۔ [1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، يَقُولُ : مَنْ صَلَّى الْمَكْتُوبَةَ فَأَدَّاهَا وَصَلاهَا لِوَقْتِهَا لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى وَلَهُ عَهْدٌ أَلا يُعَذِّبَهُ ، وَمَنْ لَمْ يُقِمِ الْمَكْتُوبَةَ وَلَمْ يُصَلِّهَا لِوَقْتِهَا لَقِيَ اللَّهَ ، وَلاَ عَهْدَ لَهُ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ ، وَإِنْ شَاءَ رَحِمَهُ (مسند البزار حديث نمبر ۲۶۹۰)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ جس نے فرض نماز پڑھی اور اس

---

[1] ملحوظ رہے کہ اس حدیث کو بعض حضرات نے منقطع اور ضعیف قرار دیا ہے، اور ضعف کی وجہ بعض حضرات نے اس روایت میں سعید بن عبداللہ کا مجہول ہونا قرار دیا ہے، لیکن تحقیق و غور و فکر کے بعد اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہوا، کیونکہ بعض حضرات نے اس حدیث کو متصل قرار دیا ہے، اور خود سعید بن عبداللہ جہنی کی طرف سے بعض روایتوں میں تحدیث کی صاف تصریح بھی موجود ہے، ترمذی، مسند احمد اور سنن کبریٰ کی مندرجہ بالا روایات میں راوی سعید بن عبداللہ جہنی ہیں، البتہ مستدرک حاکم میں ان کے بجائے سعید بن عبدالرحمٰن کا ذکر ہے، اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کے نسخے میں سعید بن عبدالرحمٰن جہنی کا نام واقع ہونے کو خطا قرار دیا ہے، چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقع فی کتاب شیخنا : سعید بن عبد الرحمن الجهنی وهو خطأ (السنن الصغیر للبیهقی باب اعتبار الکفاءة)

جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں سعید بن عبدالرحمٰن کا ذکر خطا پر مبنی ہے، اور اصل راوی سعید بن عبداللہ جہنی ہیں۔ اور سعید بن عبداللہ جہنی کو امام ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے، اور امام ابنِ حجر نے ان کو صدوق اور مقبول اور امام عجلی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخِ کبیر میں ان کا ذکر بغیر طعن کے کیا ہے، جو ان کے نزدیک ان کے مقبول ہونے کا قرینہ ہے، لہٰذا ان کو مجہول قرار دینا بھی درست نہیں، یہی وجہ سے کہ امام سخاوی رحمہ اللہ اور بعض دیگر حضرات نے اس حدیث کی صاف طور پر تحسین فرمائی ہے۔

(ملاحظہ ہو: تقریب التهذیب لابن حجر ج۱ ص۳۵۷، معرفة الثقات ج۱ ص۴۰۲، التاریخ الکبیر ج۳ ص۴۸۹، المقاصد الحسنة، حرف التاء المثناة)

کواس کے وقت پر ہی ادا کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے لئے عہد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دیں، اور جس نے نماز کو قائم نہیں کیا اور اس کو اس کے وقت پر نہیں پڑھا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے لئے کوئی عہد نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اسے عذاب دیں گے، اور چاہیں گے تو اس پر رحم فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

حضرت ابوعمرو شیبانی نبی ﷺ کے بعض صحابہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ:

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ شُعْبَةُ أَوْ قَالَ أَفْضَلُ الْعَمَلِ الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَالْجِهَادُ (مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۰۴۰) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ فضیلت والا عمل اپنے وقت پر نماز پڑھنا، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور جہاد کرنا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے **معلوم ہوا کہ نماز کو وقت پر پڑھنا افضل ترین اعمال میں سے ہے۔**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بعض دوسری سندوں کے ساتھ بھی تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے، چنانچہ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَفْضَلُ الْعَمَلِ الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ " (شعب الایمان حدیث نمبر ۳۹۱۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل عمل اپنے وقت پر نماز پڑھنا اور اللہ عزوجل کے راستہ میں جہاد کرنا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَفْضَلُ الْعَمَلِ الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ.هَكَذَا رَوَاهُ الْحَسَنُ ، عَنْ أَبِي

---

[۱] قال الهيثمي:

رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج ا ص ۳۰۲.باب فى المحافظة على الصلاة لوقتها)

وقال المنذرى:

رواه أحمد ورواته محتج بهم فى الصحيح (الترغيب والترهيب،ج ا ص ۱۵۶)

عَمْرٍو (مسند البزارک، حدیث نمبر ۱۷۹۴، وحدیث نمبر ۱۷۹۵) ل

ترجمہ: سب سے افضل عمل نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہے (ترجمہ ختم)

اور محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تعظیم قدر الصلاۃ'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

عن عبد الله بن مسعود ، قال :سألت رسول الله ﷺ :أى العمل أفضل ؟ فقال : الصلاة لميقاتها (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی، حديث نمبر ۱۴۷، وحديث نمبر ۱۴۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ:

عن ابن مسعود ، قال :سألت النبى ﷺ :أى الأعمال أفضل ؟ قال : الصلوات لوقتهن (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی، حديث نمبر ۱۵۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا (ترجمہ ختم)

اور ان الفاظ میں بھی روایت کی ہے کہ:

ل قال البزار " :وهذا الحديث لا نعلم رواه عن إسماعيل ، عن أبى عمرو ، عن عبد الله ، إلَّا عمرو بن جرير . " قُلْتُ :رضى الله عنک ! فلم يَتفرَّدُ به عمرو بن جرير ، فتابعه حماد بن الوليد ، ثنا إسماعيل بن أبى خالد بسنده سواء أخرجه الطبرانىُّ فى "الكبير "(ج 10⁄ رقم 9812) ، وفى "الأوسط "(5394) قال :حدثنا محمد بن أحمد بن أبى خثيمة ، ثنا الحسين بن على ابن يزيد الصدائىُّ ، قال :نا حمادُ بن الوليد بهذا .قال الطبرانىُّ :لم يرو هذا الحديث ، عن إسماعيل بن أبى خالد ، إلَّا حمَّاد بن الوليد. قُلْتُ :رضى الله عنک !فقد رأيتُ أن حمادا لم يَتفرَّدُ به .فسبحان من وسع كل شىءٍ علماً(كتاب تنبيه الهاجد لأبى إسحاق الحوينى الأثرى، ج۲ ص۱۳)

Idara Ghufran

عن عبد الله ، قال :سألت النبی صلى الله عليه وسلم :أی العمل أفضل ؟ قال: الصلاة لوقتها (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی، حديث نمبر ۱۵۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا (ترجمہ ختم)

نیز ان الفاظ میں بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ:

عن ابن مسعود ، قال :سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم :أی العمل أفضل ؟ قال : الصلوات لميقاتهن (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی، حديث نمبر ۱۵۲)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نمازوں کو اپنے اپنے وقت پر ادا کرنا (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان تمام روایات سے مختلف الفاظ کے ساتھ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی کہ نماز جب اپنے وقت پر ادا کی جاتی ہے تو یہ نیک اعمال میں افضل ترین عمل شمار ہوتا ہے۔

اس لیے نماز کو وقت پر ادا کرنے کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عَـنْ يَـحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِنَّ الْمُصَلِّيَ لَيُصَلِّي الصَّلَاةَ وَمَا فَاتَهُ وَقْتُهَا وَلَمَا فَاتَهُ مِنْ وَقْتِهَا أَعْظَمُ أَوْ أَفْضَلُ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ (موطأ امام مالک حديث نمبر ۲۰)

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہئے کہ نماز اس طرح پڑھا کرے کہ اس کا وقت فوت نہ ہو، اور نماز کے وقت کا فوت ہوجانا گھر اور مال دولت سے زیادہ عظیم چیز ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب یہ تھا کہ گھر اور مال کی اتنی اہمیت نہیں، جتنی کہ نماز کو وقت پر پڑھنے کی ہے، لہٰذا گھر بار اور مال و دولت میں لگ کر نماز کو قضا کرنا درست نہیں۔

اصلاحی مجلس حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

بزرگوں کی صحبت اور فنائیت کے فوائد ومنافع

مورخہ ۲۰/ربیع الاول/۱۴۳۰ ہجری بمطابق 18 مارچ 2009ء بروز بدھ دوپہر پونے ایک بجے شیخ المشائخ حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم (خلیفۂ اجل حضرت مسیح الامت جلال آبادی وحضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ، راولپنڈی میں اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے یہاں قیام کے دوران) ادارہ غفران میں تشریف لائے، اوردارالافتاء میں تشریف فرما ہوکر اپنے غیر رسمی ملفوظات سے مستفید فرمایا۔جن کو قلم بند کرلیا گیا اور افادۂ عام کے لئے پیش کیا جارہا ہے (ادارہ......)

فرمایا کہ آج کل اسلامی بینکاری پر بحث چلی ہوئی ہے، مجھ سے بھی بعض لوگ اس سلسلہ میں دریافت کرتے رہتے ہیں، میں تو اپنے حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے یہ جواب دیتا ہوں کہ بھائی مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اسلامی بینکاری کے جن شعبوں کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا ہے، ان پر عمل کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔باقی انہوں نے کیوں اور کس لئے جائز قرار دیا، تمہیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، یہ مفتی کی ذمہ داری ہے، اوراس کا تم پر مؤاخذہ نہیں، پھر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں اتنے بڑے عالمِ دین اور شیخ الحدیث ہیں انہوں نے تو عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، کیا ان کا فتویٰ غلط ہے؟

تو میں جواب میں کہتا ہوں کہ بے شک وہ بہت بڑے عالمِ دین اور شیخ الحدیث ہیں، ان کا عالم اور شیخ الحدیث ہونا سب کچھ اپنی جگہ صحیح ہے، مگر وہ مفتی نہیں ہیں، بلکہ قیمتی ہیں، اور کوئی شخص کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو لیکن فتویٰ کے میدان میں اس کی بات اتنی اہمیت نہیں رکھتی، جتنی کہ ایک مفتی کی بات اہمیت رکھتی ہے۔

پھر مولانا تقی عثمانی صاحب کوئی عام مفتی نہیں بلکہ فتوے کے میدان میں ان کا ایک مقام ہے، اوراس سے بڑھ کر معاشی میدان میں جو ان کو دسترس حاصل ہے، اس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ''لکل فن رجال'' کے اصول سے، ان کے فتوے کو اہمیت دی جائے۔

فرمایا کہ ہمیں مسئلہ اور فقہ کے بارے میں مفتی کے فتوے پر عمل کرنے کی یہ ہدایت حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ سے معلوم ہوئی، جس کے بارے میں ایک خاص واقعہ ہوا تھا۔

فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت سے بہت سی ایسی باتیں مل جاتی ہیں جو کتابوں سے نہیں ملتیں، مگر شرط یہ ہے کہ

بزرگوں کی صحیح محبت، عظمت، اور عقیدت دل میں ہو، اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بزرگوں کی صحبت سے ایسی باتیں عطا فرمادی ہیں، جو بہت قیمتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی عادت تھی؛ کہ جب مسجد تشریف لے جاتے تو مسجد میں داخل ہونے سے پہلے بایاں جوتا اتار کر اسی جوتے کے اوپر رکھ لیتے، اور پھر دائیں جوتے سے پاؤں باہر نکال کر دایاں قدم مسجد میں رکھتے۔

اور مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکال کر جوتے پر رکھتے اور پھر دایاں پاؤں نکال کر جوتا پہنتے۔

اس کے بارے میں جب میں نے حضرت سے معلوم کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی تنویر احمد مسجد میں داخل ہوتے اور خارج ہوتے وقت دو ایسی سنتیں جمع ہو جاتی ہیں، جو ایک دوسرے کی متضاد ہیں۔

اور وہ اس طرح کہ جوتا نکالنے کی سنت تو یہ ہے کہ پہلے بایاں جوتا اتارا جائے اور پھر دایاں، لیکن اس کے برعکس مسجد میں داخل ہونے کی سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں پاؤں اندر داخل کیا جائے اور پھر بایاں، اور مسجد سے نکلتے وقت سنت یہ ہے کہ پہلے بایاں پاؤں نکالا جائے اور پھر دایاں، لیکن اس کے برعکس جوتا پہننے کی سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں پاؤں میں جوتا پہنا جائے اور پھر بائیں پاؤں میں۔

اب مسجد میں داخل ہوتے وقت جوتے بھی اتارنے ہیں، اور مسجد میں بھی داخل ہونا ہے، اور نکلتے وقت مسجد سے پاؤں باہر بھی نکالنے ہیں، اور جوتے بھی پہننے ہیں، اور مسجد میں داخل اور خارج ہوتے وقت دائیں اور بائیں قدم کو اندر یا باہر رکھنے کی سنت پر تو لوگ عام طور پر عمل کر لیتے ہیں، مگر جوتے کی سنت بھول جاتے ہیں، اس لئے میں یہ عمل کرتا ہوں، کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت جوتے سے پہلے بایاں پاؤں اتارتا ہوں، جس سے جوتے اتارنے کی سنت پر عمل ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد بایاں پاؤں جوتے پر رکھ کر دایاں پاؤں مسجد میں داخل کرتا ہوں، جس سے مسجد میں داخل ہونے کی سنت پر عمل ہو جاتا ہے۔

اور مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالتا ہوں، جس سے مسجد سے نکلنے کی سنت پر عمل ہو جاتا ہے، اور بایاں پاؤں باہر نکال کر اس کو جوتے پر رکھتا ہوں، اور اس کے بعد دایاں پاؤں جوتے میں ڈالتا ہوں، جس سے جوتے پہننے کی سنت پر عمل ہو جاتا ہے، اور اس عمل سے بیک وقت دونوں متضاد سنتوں پر عمل ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ میں حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا، اور کھانا کھا رہا تھا، دسترخوان پر روٹی

بھی رکھی ہوئی تھی اور سالن بھی، اور روٹی بائیں طرف رکھی ہوئی تھی، اور سالن دائیں طرف رکھا ہوا تھا۔
حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ تنویر احمد تم نے روٹی بائیں طرف رکھی ہوئی ہے، اور سالن دائیں طرف ایسا کیوں کیا؟
میں نے کہا کہ حضرت اس میں کون سے گناہ کی بات ہے؟
حضرت والا نے فرمایا کہ گناہ والی بات تو کوئی نہیں، لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ روٹی دائیں طرف ہو اور سالن بائیں طرف؟
میں نے عرض کیا کہ اس میں کس طرح ادب ہے؟
حضرت والا نے فرمایا کہ روٹی افضل رزق ہے، کیونکہ وہ مقصود ہے، اور سالن اس مقصود کا آلہ ہے، اس لئے روٹی کا احترام سالن سے زیادہ ہے۔
لہٰذا روٹی کے افضل ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اسے افضل سمت میں رکھا جائے، اور وہ دائیں سمت ہے۔
یہ سُن کر میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا، اب بات سمجھ میں آ گئی۔
تب معلوم ہوا کہ حضرت والا تو بہت اونچے پہنچے ہوئے ہیں، جہاں ہماری نظر کہاں؟
اسی طرح ایک اور مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں کھانا کھا رہا تھا، میں نے اپنی انگلیوں پر لگے ہوئے سالن کو روٹی سے صاف کیا تو حضرت والا نے فرمایا، کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا حضرت اس میں کونسا حرج ہے؟ روٹی بھی رزق ہے اور سالن بھی رزق ہے، میں نے رزق کو رزق کے ساتھ ہی تو ملایا ہے، جس طرح روٹی کو سالن کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں۔
حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی تنویر میں نے تمہارے ساتھ بحث ومباحثہ تو کرنا نہیں ہے، میں تو تم سے صرف اتنی بات کہتا ہوں کہ روٹی افضل رزق ہے، اور سالن آلۂ رزق ہے، اور تم نے روٹی سے ہاتھ صاف کر کے اس کو صاف کرنے کا آلہ بنالیا، یہ روٹی کے احترام کے خلاف ہے، اور پھر دوسری خرابی یہ ہے کہ انگلیاں چاٹنے کی جو سنت ہے، تم انگلیاں روٹی سے صاف کر کے اس سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔
انگلیاں صاف کرنے کا سنت طریقہ منہ میں چاٹنا ہے، نہ کہ روٹی سے صاف کرنا۔
تب مجھے بات سمجھ میں آئی، اندازہ لگایئے کہ بزرگوں کی نظر کہاں تک پہنچی ہوتی ہے۔
ایک مرتبہ حضرت والا نے مجھے انگلیاں چاٹنے کا سنت طریقہ بھی بتلایا، فرمایا کہ اصل سنت تو یہ ہے کہ تین

انگلیوں سے کھانا کھایا جائے، ایک درمیان کی بڑی انگلی سے، دوسرے اس کے ساتھ والی شہادت کی انگلی سے اور تیسرے انگوٹھے سے، اور اگر ضرورت ہو تو باقی انگلیوں کو بھی شامل کر سکتے ہیں، اور انگلیاں چاٹنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے درمیان کی بڑی انگلی کو چاٹا جائے، اور اس کے بعد شہادت کی انگلی کو اور پھر انگوٹھے کو، اور اگر دوسری انگلیاں بھی کھانے میں استعمال ہوئی ہوں، تو اس کے بعد ان کو اس ترتیب سے چاٹا جائے کہ پہلے درمیان کی بڑی انگلی کے ساتھ والی انگلی کو اور پھر سب سے آخر میں آخری چھوٹی انگلی کو چاٹا جائے۔

مجھے یہ سن کر حیرانگی ہوئی، کیونکہ میں نے کہیں یہ طریقہ پڑھا اور سنا نہیں تھا، پھر میں نے یہ بات مولانا تقی عثمانی صاحب کو سنائی، تو انہوں نے بھی فرمایا کہ یہ تو آپ نے عجیب بات سنائی ہے، میں نے بھی ابھی تک کہیں یہ طریقہ نہیں پڑھا۔

یہ ہیں وہ باتیں جو بزرگوں کی صحبت سے ملتی ہیں اور نری کتابوں سے نہیں ملتیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب پانی کے جہاز سے مکہ مکرمہ کے لئے سفر فرما رہے تھے، اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جا رہے تھے، جہاز میں بیٹھے بیٹھے ان دونوں حضرات کی کسی دینی مسئلہ میں گفتگو شروع ہوگئی، جو کافی طول پکڑ گئی، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اتنی بحث اور دقت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں جا رہے ہیں، ان سے جا کر یہ مسئلہ معلوم کر لیں گے۔

اس پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت تو ہمارے پیر و مصلح ہیں، وہ کوئی عالم تو نہیں ہیں کہ ان سے یہ مسئلہ معلوم کریں۔

حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم تو ان کو سب کچھ مانتے ہیں، خیر بات آئی گئی ہوگئی۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا ارشاد اپنی جگہ صحیح تھا، لیکن حضرت مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ کی نظر کسی اور طرف تھی اور وہ اس مسئلہ میں حضرت حاجی صاحب کے علم سے واقف تھے۔

خیر جب مکہ مکرمہ پہنچ گئے، تو صبح کے وقت حجرہ شریف میں داخل ہوتے وقت حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے وہی مسئلہ معلوم کیا جس پر راستہ میں

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے طویل گفتگو ہوئی تھی، تو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے وہیں کھڑے کھڑے دروازے کی اوپر والی چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر اس مسئلہ پر تقریر شروع کی، اور ایسی ایسی باریکیاں بیان کرنا شروع کیں کہ سب حیران اور دنگ رہ گئے اور تقریر کرتے کرتے ہی ظہر کی اذان شروع ہوگئی۔
اذان شروع ہونے پر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ بھائی میں تو عالم نہیں ہوں، باقی جواب مولوی رشید احمد صاحب دیں گے، وہ ماشاءاللہ عالم ہیں۔
غور فرمایئے؛ کہ حاجی صاحب کے پاس علم کہاں سے آیا تھا؟ یہ سب بزرگوں کی نظر اور توجہ اور صحبت کا ہی تو اثر تھا۔
مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بزرگوں سے علمی وروحانی فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے سامنے اپنے آپ کو مٹا کر رکھے، اور اپنے کسی قول وفعل سے ان کی تنقیص نہ کرے۔
ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے ایک خاص مرید سے کہا کہ میرے پاس جو فصوص الحکم کا نسخہ ہے اس میں مجھے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے، وہ کچھ بوسیدہ ہوگیا ہے۔
ان کے مرید نے کہا کہ حضرت فلاں صاحب کے پاس اس کا ایک نسخہ ہے، وہ بڑا اچھا ہے، اور اس میں عربی کے ساتھ ساتھ اعراب بھی لگے ہوئے ہیں، ان کے نسخہ سے آپ کو مطالعہ میں سہولت رہے گی۔
مجلس ختم ہوگئی اور یہ مرید بھی چلے گئے، مگر حضرت شیخ کو اپنے مرید کی اس بات سے دکھ ہوا اور وہ ناراض ہوگئے، کسی نے ان مرید صاحب کو جا کر اطلاع دی کہ آپ سے شیخ صاحب ناراض ہوگئے ہیں، معلوم کیا کہ کس بات پر؟
انہوں نے کہا کہ شاید اس بات پر کہ آپ نے جو عربی کے اعراب کی بات کی، اس سے شیخ کی کچھ تنقیص ظاہر ہوئی کہ انہیں عربی پڑھنے میں دقت پیش آتی ہے، اور ان کی استعداد کمزور ہے۔
یہ سن کر مرید صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور فوراً معافی مانگنے گئے مگر شیخ صاحب کی ناراضگی دور نہیں ہوئی، تین دن تک متواتر معافی مانگتے رہے، تب جا کر خفگی دور ہوئی۔
مگر آج کل تو بزرگوں کی تنقیص کا احساس ہی نہیں، میرے علم میں ایسے کئی واقعات ہیں کہ بعض مریدین نے حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کی شان میں اس طرح کی تنقیص کی اور ان سے حضرت خوش ہو کر نہیں گئے۔

Idara Ghufran

ایک صاحب جوفناء فی التبلیغ ہیں، ان کا زمانۂ طالبعلمی سے حضرت والا سے تعلق تھا، مگر بعد میں پاکستان آکروہ تبلیغ میں مصروف ہوگئے، اور حضرت والا سے تعلق نہیں رکھا، تبلیغ کا کام بھی بہت اچھا کام ہے، اس کی افادیت سے کس کو انکار ہوسکتا ہے؟ لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، جو اس کا اعتدال والا درجہ کہلاتا ہے، اس سے تجاوز کرنا درست نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت والا پاکستان میں لاہور آئے ہوئے تھے، حضرت والا سے وہ صاحب بھی ملنے کے لئے آئے، حضرت والا نے ان سے معلوم کیا کہ کب واپس جاؤ گے؟ انہوں نے کہا آج ہی جاؤں گا، کیونکہ مجھے کچھ تبلیغ کی مصروفیات ہیں، حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ اگر آپ بیمار ہوجاتے ہیں یا اور کوئی عذر پیش آتا ہے تو پھر آپ کی وہ مصروفیات کون انجام دیتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ دوسرے متبادل حضرات موجود ہیں، حضرت والا نے فرمایا کہ میں بھی تو روز روز نہیں آتا، اتنے دن بعد حاضری ہوئی ہے، اگر آپ ایک دو دن ٹھہر جاؤ تو کیا حرج ہے؟ مگر وہ اس پر راضی نہ ہوئے، اور اسی دن واپس چلے گئے، جس پر حضرت والا کو خفگی ہوئی، مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔

بزرگوں کے اس طرح ناراض کرنے سے ان کے فیض سے انسان محروم رہتا ہے۔

اور ہمارے سلسلہ میں تو شروع سے آخر تک فنائیت ہے، یعنی اپنے آپ کو مٹانا، شیخ کے سامنے تو ہر طرح سے مٹانے کی ضرورت ہے ہی، اس سے بڑھ کر اپنے آپ کو سب سے کمتر اور حقیر سمجھنے کی بھی ضرورت ہے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ مومن سے تو اپنے آپ کو حالاً (یعنی فی الحال) حقیر سمجھے اور کافر سے مآلاً (یعنی انجام کے اعتبار سے) اس احتمال پر حقیر سمجھے کہ خدانخواستہ میرا خاتمہ کفر پر نہ ہوجائے اور کافر ایمان قبول کرلے اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

یاد رکھئے کہ فنائیت کے بغیر تصوف اور سلوک کا یہ راستہ طے نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی فنائیت نصیب فرمائیں اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اچھا اب اجازت دیجئے، میرے پاؤں میں تکلیف ہے، پچھلے دنوں ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا، بیماری کے دوران پاؤں کے ایک حالت پر رہنے اور کچھ زخم وغیرہ کے باعث گھٹنوں کو موڑنا مشکل ہوتا ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائیں۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

چیف جسٹس اور بعض دیگر ججوں کی بحالی

پاکستان کے سابق صدر پرویز مشرف صاحب اپنے دورِاقتدار میں متعدد مرتبہ غیر آئینی اقدامات کے مرتکب ہوئے۔

جن میں سے ان کا ایک غیر آئینی اقدام مورخہ 3 نومبر 2007ء کو ایمرجنسی کے نفاذ کی آڑ میں پاکستان کے چیف جسٹس جناب افتخار محمد چوہدری صاحب اور چند دیگر ججوں کی برطرفی اور معزولی کی شکل میں سامنے آیا۔ ان کے اس غیر آئینی اقدام کو ملک کی اکثریت نے قبول نہیں کیا، اور اس پر احتجاج اور اختلاف کا سلسلہ چلتا رہا، لیکن پرویز مشرف صاحب اقتدار کی طاقت سے احتجاجوں اور اپنی مخالف قوتوں کو دباتے رہے۔

مورخہ 18 فروری 2008ء کو ملک میں نئے انتخابات ہوئے، جس کے نتیجہ میں پرویز مشرف صاحب کی حمایت یافتہ جماعت ق لیگ کو شکست سے دوچار ہونا پڑا، اور پرویز مشرف صاحب کے اقتدار کا چراغ ٹمٹمانے اور گُل ہونے لگا، اور بالآخر مورخہ 18 / اگست 2008ء کو پرویز مشرف صاحب کو اپنے عہدۂ صدارت سے مستعفی ہونا پڑا، اور اس طرح ان کے اقتدار کا چراغ گُل ہوگیا۔

ملک میں نئے انتخابات کے نتیجہ میں منتخب ہونے والی دو بڑی جماعتوں (پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نواز) کا میثاق جمہوریت کے معاہدہ پر اقتدار وجود میں آیا۔

حکومت کی تشکیل کے مراحل کے دوران مسلم لیگ نواز نے پرویز مشرف کے تین نومبر والے اقدامات کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے سابق چیف جسٹس اور دیگر معزول ججوں کی بحالی کا مطالبہ کیا اور وفاقی حکومت میں اپنی شمولیت بھی اس سے مشروط کردی۔ اگرچہ آصف علی زرداری صاحب نے جو اُس وقت صرف پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین کا عہدہ رکھتے تھے ان تمام مطالبات سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ پوری قوم کے سامنے ہونے والی پریس کانفرنسوں میں معزول ججوں کی بحالی کا وعدہ کیا اس کے لئے پہلے 30 دن اور بعدازاں پرویز مشرف کی صدارت کے عہدے سے معزولی کے بعد 24 گھنٹے میں بحالی کا وعدہ کیا گیا۔

لیکن پرویز مشرف صاحب کے بعد ملک کے نومنتخب صدر آصف علی زرداری صاحب ججوں کی بحالی کے معاہدہ پر عملدرآمد سے عملی اور قولی طریقہ پر منحرف ہوگئے۔

ججوں کی بحالی کے لئے وکلاء نے 16 مارچ کو اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کرنے کا اعلان کیا جس کی مسلم لیگ نواز اور بعض دیگر سیاسی جماعتوں نے بھرپور حمایت کا اعلان کیا، تاکہ حکومت پر دباؤ ڈالا جاسکے اس لانگ مارچ کو پرویز مشرف صاحب کی اقتداء میں طاقت کے زور پر روکنے اور دبانے کے لئے صدر آصف علی زرداری صاحب نے بھرپور جدوجہد کا مظاہرہ کیا اور تمام تر ریاستی طاقت کا جائز و ناجائز استعمال کیا گیا۔

ملک بھر میں راستوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے لانگ مارچ کو روکنے کی کوشش کی گئی، جس کے لئے پبلک اور عوام کی بسیں، ٹرک، ٹرالے، ٹریکٹر، ٹرالیاں وغیرہ خواہی نخواہی جبراً پکڑ کر راستوں کے درمیان کھڑے کر دیئے گئے۔

لیکن بالخصوص جناب نواز شریف کے جذبات اور قربانی کے نتیجہ میں ایک پرامن لانگ مارچ کو کامیابی حاصل ہوئی اور بالآخر 16 مارچ کی صبح ہونے سے پہلے صدر آصف علی زرداری صاحب اور ان کی اتحادی جماعتوں کو چار و ناچار ججوں کی بحالی کا فیصلہ کرنا پڑا۔

اور اگرچہ ججوں کی بحالی کا یہ فیصلہ آئینی اور قانونی اعتبار سے کافی پیچیدگی اور ابہام کا حامل ہے، جس پر نامعلوم آنے والے وقت میں کیا کیا نشیب و فراز والے مناظر سامنے آئیں۔

لیکن بہرحال موجودہ فیصلہ صدر آصف علی زرداری صاحب کے لئے ایک کڑوا گھونٹ ہے، جس کو انہوں نے انتہائی بادلِ نخواستہ حالت میں نوش کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ عدلیہ کی آزادی اور خودمختاری سے سیاسی مقتدر قوتوں کو اتنا خوف کیوں ہوتا ہے؟

اس کا جواب ہر صاحبِ شعور کے لئے واضح ہے کہ عدلیہ کی آزادی سے حکمرانوں کو اپنی من مانی کے مطابق حکومت چلانے، قومی سرمائے کی خرد برد کرنے، اور کوئی بھی غلط اقدام کرنے میں عدلیہ کے ادارہ ہی کی طرف سے مؤاخذہ کا خوف ہوتا ہے اور چور سب سے پہلے دربان سے اپنی حفاظت کا سامان کیا کرتا ہے۔

مقالات و مضامین

مفتی محمد امجد حسین

تشریع اسلامی کا پس منظر اور اہل تجدد (قسط ۱)

دین اسلام کے چار ماٰخذ اور اصول ہیں جن پر شریعت کے تمام اصول وفروع کا دارومدار ہے:

(الف)...... کتاب اللہ **(ب)**......سنت الرسول **(ج)**......اجماع الامۃ **(د)**...... قیاس المجتہد

شریعت کے بعض احکام ان چاروں اصولوں سے ثابت ہیں اور بعض کسی ایک سے۔

جس ترتیب سے یہ اوپر مذکور ہیں اسی ترتیب سے ان کا درجہ اور مرتبہ ہے، اصل الاصول کتاب اللہ پھر سنت، پھر اجماع (اجماع اپنی اصل کے اعتبار سے اجتہاد ہی کی ایک صورت ہے جو شخصی کے بجائے اجتماعی ہوتا ہے حتیٰ کہ جمہور امت میں اسے قبولیتِ عامہ حاصل ہو جاتی ہے) پھر قیاس۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب عامل وحاکم بنا کر یمن بھیجنے لگے تو اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے جو سوال وجواب ہوا۔ [۱]

اس میں اصول شرع کی یہی ترتیب سامنے آتی ہے۔ [۲]

شروع اسلام سے لے کر آج تک شریعت کے جملہ احکام کی بناء انہی چار اصولوں پر قائم ہے، ان کی حجیت و حیثیت اور ان کے باہم فرق مراتب اور ہر ایک کی حدود وقیود وغیرہ اور ان سے ثابت ہونے والے احکامِ شرع اور ان کی درجہ بندی سب امور پر سلف سے لے کر خلف تک علمائے امت نے تفصیل سے کلام کیا ہے، فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کا عظیم الشان ذخیرہ ان امور سے بھرا پڑا ہے۔ انہی اصولوں کی بنیاد پر سب سے پہلے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے فیصلوں اور آثار وفتاویٰ کی شکل میں قانون سازی کے عمل کو منظّم ومربوط کرنے میں حصہ لیا اور اس کے بعد زمانہ خیر القرون میں ہی تابعین وتبع تابعین کے طبقوں میں فقہی مذاہب کی تدوین وتنقیح کی شکل میں قانون سازی کا یہ عمل اپنے کمال اور تکمیل کو پہنچا۔

---

[۱] (سنن ابی داؤد کتاب الاقضیہ باب الاجتہاد والرائے فی القضاء، بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت ص ۴۹)

[۲] پھر جو تفاوت اور فرق ان چاروں اصولوں کی قوت اور درجوں میں ہے اسی نسبت سے ان سے ثابت شدہ احکام اور ان کے مدلولات میں بھی فرق ہے کہ کوئی قطعی الثبوت والدلالۃ ہے تو کوئی ظنی الثبوت والدلالہ، کوئی قطعی الثبوت ظنی الدلالہ اور کوئی ظنی الثبوت قطعی الدلالہ، اور ان چاروں اصولوں کی حجیت قرآن وسنت دونوں سے ثابت ہے، جس کی تفصیلات کتبِ اصولِ فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں، من شاء فلیراجعہا۔

امت مسلمہ نے اپنے عروج وزوال کا چودہ سو سالہ سفر انہی اصولِ اربعہ کے جلو میں طے کیا ہے۔اہل سنت کے چاروں فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کی پوری عمارت انہی اصول چہارگانہ پر استوار ہے چودہ سو سال کا عرصہ بڑا طویل زمانہ ہے۔جس میں سے لگ بھگ ہزار سال کا عرصہ بحثیت مجموعی امت مسلمہ کے عروج واقتدار کا زمانہ ہے۔جس میں تین براعظموں میں پھیلی ہوئی اس وقت کی متمدن دنیا کے غالب حصہ میں مسلمانوں ہی کا ڈنکا بجتا اور ان کا سکہ چلتا تھا۔

زمانہ خیر القرون میں ہی فقہی مذاہب کے تدوین کے مرحلے میں قرآن وسنت سے فقہی اصولوں کی تخریج ہوئی جس سے اصول فقہ جیسا سدا بہار علم مرتب ومنقح ہوا، جس کو تمام علومِ اسلامیہ کا گل سرسبد سمجھنا چاہئے۔ پھر انہی اصول وقواعد کی روشنی میں فقہائے امت نے اجتہاد واستنباط کرکے زندگی کے ہر شعبے اور ہر گوشے کو آسمانی ہدایت کے نور سے منور کر دیا۔قرآن وسنت سے اصولوں کی تعیین وتخریج اور پھر ان کی روشنی میں احکام کا استنباط جس درجے کا نازک اور لطیف عمل ہے اس کا کچھ اندازہ صحیح معنوں میں وہی لوگ کر سکتے ہیں جو قرآن وسنت کے اسالیب بیان سے کسی قدر آگاہ اور فقہی مذاہب کی تدوین کے پس منظر سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اجتہاد واستنباط کا عمل کس قدر لطیف، عمیق اور دقیق ہے اور مجتہد و فقیہ کن شرائط وصفات اور صلاحیتوں کا حامل ہوتا ہے۔ [1]

اور تقویٰ وطہارت میں وہ کس مقام پر فائز ہوتا ہے۔کیونکہ تقویٰ وطہارت اور کامل درجے میں اتباع سنت سے ہی قلب وروح میں بالیدگی اور جلا پیدا ہوتی ہے جس سے وہ لطیف وہبی ذوق وکیف عطا ہوتا ہے جو ملکہ اجتہاد کی اصل روح ہے، **ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا** (الانفال آیت ۲۹)

یہ پاکیزہ ولطیف ذوق (خصوصاً اجتہاد مطلق کے درجے کا) صرف خرد کی جولانیوں اور ذہن ودماغ کی نکتہ رسیوں کی دسترس سے کہیں بلند ہے خصوصاً جبکہ فکر ونظر اور عقل وخرد نفس کے ہاتھوں یرغمال بھی ہوں، حب دنیا اور عجب وپندار کے دام ہم رنگ زمین میں گرفتار بھی ہوں۔ ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ایں باہمیشہ جا دبدست است دام را

مرتبہ اجتہاد کے اعتبار سے پھر مجتہدین کے کئی درجے ہیں، ہم ان میں سے ۵ درجوں کا یہاں ذکر کرتے

---

[1] اجتہاد کی شرائط کا خلاصہ یہ ہے عقل، بلوغ، اسلام، عدالت (نیک صالح، کبائر سے اجتناب کرنے والا) عربی زبان ولغت پر عبور، علم تفسیر (اور اس کے متعلقات یعنی اسبابِ نزول، ناسخ ومنسوخ، اور قرآن جس معاشرے میں نازل ہو رہا تھا اس کی تاریخ خصوصاً آیات احکام) پر عبور، سنت کا روایۃً ودرایۃً علم، مقاصد شریعت، اور جن امور پر امت کا اجماع ہو چکا ہے ان کا علم، اصول فقہ میں رسوخ۔

ہیں (باقی درجے غالب طور پر تقلید کے زمرے میں ہی آتے ہیں)

(۱)......مجتہد مطلق

اس طبقہ کے مجتہدین میں اجتہاد کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں اور یہ براہ راست قرآن وسنت سے استدلال کرکے اصول وقواعد اخذ کرتے ہیں اور پھر ان قواعد کو برتتے ہوئے احکام میں اجتہاد واستدلال کرتے ہیں، پس یہ حضرات اصول وفروع دونوں میں مجتہد ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں مجتہد مطلق کہا جاتا ہے جیسے فقہائے اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل علیہم الرحمہ) لیکن ایک درجہ کی تقلید ان کو بھی کرنی پڑتی ہے وہ یوں کہ جن مسائل میں قرآن یا سنت صریحہ میں کوئی چیز کسی امر میں ان کو نہیں ملتی تو وہاں یہ حضرات اجتہاد سے پہلے اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ وتابعین میں سے کسی کا کوئی قول یا عمل مل جائے، اس صورت میں یہ قیاس واجتہاد کی بجائے اس کی تقلید کرتے ہیں نہ ملے تو پھر اجتہاد کرتے ہیں

(۲)......مجتہد فی المذہب

اس طبقہ میں وہ فقہاء مجتہدین شامل ہیں جو عام طور پر اصولوں میں کسی مجتہد مطلق کی تقلید و پابندی کرتے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں فروعی احکام کے استنباط واجتہاد کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور فروعات میں بہت سے مسائل میں مجتہد مطلق کے برخلاف رائے رکھتے ہیں اور اجتہاد کرتے ہیں (خلاصہ یہ کہ یہ اصولوں میں مقلد ہوتے ہیں، اور فروعات وتفریعات میں مجتہد) احناف میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد علیہم الرحمہ وغیرھم اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اسی طرح شافعیہ میں امام مزنی علیہ الرحمہ۔

واضح رہے کہ اس طبقہ کے مجتہدین میں بعض وہ بھی ہوئے ہیں جو مجتہد مطلق کے مرتبہ کے حامل تھے لیکن انہوں نے عملاً اپنے لئے اصولوں میں مجتہد مطلق کی تقلید و پابندی ہی کا التزام کیا۔ جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد اجتہاد مطلق کے درجے کی صلاحیت کے حامل شمار کئے گئے ہیں لیکن اپنے استاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے غایت احترام کی وجہ سے انہوں نے بالعموم امام ہی کے اصولوں کی پابندی والتزام کیا ہے۔

اس لئے ان کو دوسرے طبقہ میں شمار کیا گیا ہے (کما قال الشیخ عبدالحیٔ اللکھنوی فی حاشیۃ عمدۃ الرعایہ)

(۳)......مجتہدین فی المسائل

جن مسائل میں پہلے دو طبقہ کے مجتہدین سے کوئی روایت اور صراحت منقول نہیں ہوتی اس طبقہ کے

مجتہدین صرف ان مسائل میں مجتہد مطلق کے قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کرکے حکم واضح کرتے ہیں۔

اس طبقہ کے بعض مجتہدین میں بھی ممکن ہے کہ اوپر والے درجہ اجتہاد کی صلاحیت ہو لیکن جب عملاً اس درجہ کو اختیار نہ کرکے اس کے نچلے درجہ میں ہی اپنی اجتہادی خدمات انجام دینے کا التزام وہ کرتے ہیں تو ان کو اسی درجے میں شمار کیا جاتا ہے جس کا عملاً انہوں نے التزام کیا ہو خواہ صلاحیت اس سے اوپر والے درجہ کی بھی ہو۔ احناف میں اس طبقہ میں مندرجہ ذیل مشاہیر فقہاء کو شمار کیا گیا ہے۔

خصاف، طحاوی، کرخی، حلوانی، سرخسی، بزدوی، قاضی خان وغیرہم علیہم الرحمۃ۔

(۳)......اصحاب تخریج

یہ مجتہدین فی المسائل سے ملتا جلتا طبقہ ہے اور قریب قریب اس کا ہم پلہ ہے۔ اس طبقہ کے مجتہدین اصلاً تو مقلد ہوتے ہیں یعنی معین فقہی مذہب کے پابند ہوتے ہیں اور جس فقہی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس پر پورا عبور اور اس میں مکمل رسوخ رکھتے ہیں اور اپنے مذہب کی تفریعات کے اصولوں سے بھی اور ان اصولوں کے ماٰخذ سے بھی واقف ہوتے ہیں اس لئے اپنے مذہب کے مجتہد مطلق فقیہہ یا مجتہد فی المذہب فقہاء سے منقول کوئی ایسی روایت یا قول جو مبہم ہو اور اس میں ایک سے زیادہ وجوہ واحتمال نکلتے ہوں تو یہ اپنی خداداد صلاحیت سے اپنے امام کے اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسرے فقہی نظائر اور امثال پر قیاس کرکے اس قول یا روایت کی تفصیل کرتے ہیں اور اس کے مختلف وجوہ واحتمالات کو اپنے اپنے مصداقات پر منطبق کرتے ہیں اور اپنے مذہب کے ائمہ کے اقوال کی روشنی میں فقہی قواعد کی تخریج بھی کرتے ہیں۔ ان قواعد کی وجہ سے بعد والوں کو بہت آسانی ہو جاتی ہے اور مختلف ومتفرق مسائل واقوال ان قواعد کی روشنی میں منضبط ومنقح ہو جاتے ہیں۔ فقہ حنفی کی کتاب ھدایہ میں جو بعض جگہ کسی مسئلہ کے بیان کے بعد لکھا ہوتا ہے کذا فی تخریج الرازی، کذا فی تخریج الکرخی۔ اس سے یہی تخریجات مراد ہوتی ہیں اس طبقہ کے فقہاء میں باقلانی، رازی، محمد بن سخنون وغیرہ معروف نام ہیں۔

اس طبقہ کے فقہاء (یعنی اصحاب تخریج) کے علمی وفقہی کام کی وجہ سے فقہی مذاہب کو دو طرح کے فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ متعلقہ فقہی مذہب میں بعد میں آنے والے اہل علم فقہاء کے لئے نئے مسائل میں اجتہاد کا میدان ہموار ہو گیا بوجہ قواعد کے منضبط ہو جانے کے، دوم؛ مذہب کے ائمہ کے مختلف اقوال کے فہم

وانطباق کا عمل آسان ہو گیا۔

(۵)......اصحاب ترجیح

یہ حضرات بھی معین فقہی مذہب کے پابند اور مقلد ہوتے ہیں ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ اپنے مذہب کے اصول وفروع اور ائمہ مذہب کے اقوال کا جائزہ لے کر کسی نئے مسئلہ یا نئی تفریع کے لئے ان اقوال میں سے کسی قول میں اس مسئلہ پر انطباق کی مطلوبہ شرائط وموافقت دیکھ کر اس قول کو ترجیح دیتے ہیں اور باقی ایک یا زیادہ اقوال کو مرجوح یا غیر موافق قرار دے دیتے ہیں اس طبقہ کے فقہاء میں ماوردی، نووی، ابن قدامہ، قدوری، مرغینانی وغیرہ شمار کئے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ قدوری، مرغینانی یعنی صاحبِ ھدایہ کو اس طبقہ میں شامل کرنا بعض فقہاء کے نزدیک محلِ نظر ہے کیونکہ قدوری اور صاحبِ ھدایہ، قاضی خان کے پائے کے فقیہ ہیں جو تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں شائد اس طبقہ میں ان کو شمار کرنے کی وجہ یہ ہو کہ ان بزرگوں کا عملی کام اس میدان میں زیادہ ہے (خواہ مرتبہ وقابلیت اجتہادی عمل میں اس سے اوپر کے کسی درجہ کی یہ رکھتے ہوں) جیسا کہ ان کی کتب سے واضح ہے خصوصاً صاحبِ ھدایہ کا کہ انہوں نے مذہب کے اقوال وروایات مختلفہ کو بیان کر کے ترجیح وتصحیح کا کام کیا ہے۔ ترجیح کے لئے اس طبقہ کے فقہاء کی اصطلاحات وتعبیرات عموماً اس طرح کے الفاظ میں ہوتی ہیں:

ہٰذا اولٰی، ہٰذا اوفق بقیاس، ہٰذا اصح روایۃ، ہٰذا ارفق للناس، ھٰذا اوضح وغیرہ۔

فقہاء کے طبقات اور اجتہاد کے درجات کی اس وضاحت کے بعد یہ بھی جاننا چاہئے کہ اجتہاد کا موقعہ ومحل صرف وہ مسائل وتفریعات اور نو پیش آمدہ صورتیں ہیں جنکے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی صراحت نہیں ملتی اور نہ اجماع سے ان کے متعلق کوئی حکم ثابت ہے، پس جو احکام قرآن وسنت میں طے شدہ ہیں یا اجماع امت سے وہ منقح ہو چکے ہیں وہ شریعت کے مسلّمات میں سے ہیں ان میں اجتہاد کی مشق وکوشش کرنا باطل اور فضول مشغلہ ہے اسی طرح شریعت کے مقاصد سے متصادم اجتہاد بھی باطل ہے۔

اس کا کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ اھل اصول نے صراحت کی ہے **الاجتھاد مشروط بعدم النص**، کہ اجتہاد عدم نص کے ساتھ مشروط ہے (مغرب زدہ اہلِ تجدد نے اپنے فاسد ونام نہاد اجتہادات کے ذریعے جو حقیقت میں تحریف والحاد سے کم نہیں، ان اصولوں کی دھجیاں اڑائی ہیں، آگے اس کا بھی جائزہ لیا جائے گا)

(جاری ہے......)

بسلسلہ: تاریخی معلومات ⌛ مولوی طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۰۱ھ**: میں حضرت ابو بکر محمد بن علی بن العباس بن واضح بن سوار بن عبد الرحمٰن بن عبید اللہ بن احمد بن الولید نسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج۳ ص ۶۹)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۰۲ھ**: میں حضرت زہیر بن صالح بن احمد بن محمد بن حنبل شیبانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج۸ ص ۴۸۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۰۳ھ**: میں حضرت ابو الحسن عبد اللہ بن محمد بن یاسین افقیہ دوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۱۰۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۰۶ھ**: میں مشہور شخصیت وقاضی حضرت ابو بکر محمد بن خلف بن حیان بن صدقۃ ضبی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۲۶۹، تاریخ بغداد ج۵ ص ۲۳۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۰۸ھ**: میں حضرت ابو الحسن علی بن سراج بن ابی الازہر حرشی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۳۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۰۸ھ**: میں حضرت ابو علی احمد بن ہیثم بن اسماعیل خطاب شوکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخ بغداد ج۵ ص ۱۹۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۰۹ھ**: میں حضرت ابو بکر احمد بن محمد بن عبد الخالق الوراق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج۵ ص ۵۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۱ھ**: میں حضرت ابو العباس محمد بن شادل بن علی ہاشمی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۲۶۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۱ھ**: میں شیخ الحنابلہ حضرت ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ خلال کے لقب سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۲۹۸، تاریخ بغداد ج۵ ص ۱۱۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۳ھ**: میں حضرت ابو محمد عبد اللہ بن زیدان بن برید بن رزین بن ربیع بن

قطن بلخی کوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۴۳۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۳ھ**: میں حضرت ابوعلی محمد بن ضحاک بن عمرو بن ابی عاصم النبیل شیبانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۵ ص۳۷۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۳ھ**: میں حضرت ابوعمر عبیداللہ بن عثمان بن محمد بن عبداللہ بن سعید بن مغیرۃ بن عمرو بن عثمان بن عفان عثمانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص۳۴۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن بشار الزاہد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۶۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۴ھ**: میں حضرت ابوعباس احمد بن عبیداللہ بن عمار ثقفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۴ ص۲۵۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۷ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن سعید بن ہارون اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابوصالح عبدالرحمٰن بن سعید رحمہ اللہ کے بھتیجے تھے(تاریخِ بغداد ج۵ ص۴۳۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۱۸ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن سعید بن محمد بن سعید بن عمرو مروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بورقی کے لقب سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج۵ ص۹ ص۳۰۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۱ھ**: میں حضرت ابوحامد احمد بن حمدون بن احمد بن عمارۃ بن رستم نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اعمشی کے نام سے مشہور تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۵۵۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۱ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن نصر بن سندویہ بن یعقوب بن حسان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''حبشون'' کے نام سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج۵ ص۱۸۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۲ھ**: میں مصر کے قاضی القضاۃ حضرت ابوجعفر احمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۵۶۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۲ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ حسن بن علی بن حسین بن مرداس تمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۷۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۵ھ**: میں حضرت ابوالحسن عبداللہ بن محمد بن سفیان الخزاز نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص۱۲۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۲۷ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر سامری خرائطی

رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۶۸ ،تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۱۴۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۷ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن سلم مخرمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۷ھ: میں حضرت ابوعلی حسین بن قاسم بن جعفر بن محمد بن خالد بن بشر کوکبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۸ ص ۸۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن علی بن علاء جوز جانی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۳۵ھ میں ہوئی(تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۰۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۹ھ: میں حضرت عباسی خلیفہ الراضی باللہ کی وفات ہوئی، ان کا پورا نام اس طرح ہے، ان کی کنیت ابوالعباس تھا، ولادت رجب ۲۹۷ھ میں ہوئی، اور اپنے چچا ابومنصور کی وفات کے بعد جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ میں ان کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۱۴۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن محمد ازدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ بنتِ کعب البز از کے نام سے معروف تھے(تاریخِ بغداد ج۳ ص ۱۸۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۹ھ: میں حضرت عباسی خلیفہ المتقی باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، ان کی کنیت ابواسحاق ہے، اور صفر ۳۳۳ھ میں وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۶ ص ۵۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۰ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن عمر بن حفص اصبہانی الجورجیری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۷۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۰ھ: میں حضرت ابوعیسیٰ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ہارون بن ہاشم بن شہاب انباری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مشرق بغداد میں رہتے تھے(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص۲۸۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۰ھ: میں حضرت ابوعصمۃ عبدالمجید بن عبدالوہاب بن عصام بن حکم بن عیسیٰ بن زیاد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۳۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۱ھ: میں حضرت ابومحمد بکر بن احمد بن حفص التنیسی الشعرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۰۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۲ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن ابراہم بن محمد جوہری

رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج ۹ ص ۳۸۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۵ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن بیان الرزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن طیب رزاز کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۳۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۷ھ: میں شیخ الصوفیہ حضرت ابوبکر محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۲۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۹ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن محمد بن عاصم اصبہانی کرانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۰۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۱ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن ہمیان بن محمد بن عبدالحمید بن زید قیسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۱۷۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۱ھ: میں حضرت ابوالعباس عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن احمد بن حماد البز از رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ زکریا بن خطاب رحمہ اللہ کے داماد تھے (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۲ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابراہیم بن ابوجزور رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اتوار کی رات آپ کی وفات ہوئی، اور اتوار کے دن آپ کی تدفین ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۴۱۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۲ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن جعفر بن محمد بن علی الصید لانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۷۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۲ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن محمد بن ابوالفہم تنوخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ فقہ حنفی کے بڑے امام شمار ہوتے ہیں (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۷۷)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۲ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن داؤد بن سلیمان بن جعفر الزاہد نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۲۶۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۳ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عمر بن جعفر بن حامد حرقی رحمہ اللہ کی ولادت ہوا، ابنِ درہم کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۳۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۴ھ: میں حضرت ابوعثمان احمد بن عبداللہ بن یزید بن السماک بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی

﴿بقیہ صفحہ ۶۶ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کی شرائط کا بیان: قسط۶)

مفتی محمد امجد حسین

نماز کی نیت

جاننا چاہئے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے، نماز کی نیت سے مراد دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نماز پڑھنے کا ارادہ ہے کہ نماز شروع کرنے کے وقت دل میں یہ نیت ہو کہ میں فلاں وقت کی نماز اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھ رہا ہوں جب یہ معلوم ہو گیا کہ نیت دل کا عمل ہے تو اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ زبان سے نیت کے متعلق الفاظ کہنا نیت نہیں ہے اس لئے یہ ضروری بھی نہیں محض دل کے ارادہ سے ہی نیت کا تحقق اور وجود ہو جاتا ہے، زبان کے الفاظ دراصل دل کے ارادہ کی ترجمانی ہیں اگر لازم سمجھے بغیر زبان سے الفاظ بھی کہہ دے تاکہ نیت موکد و مضبوط ہو جائے اور خوب یکسوئی حاصل ہو جائے (خصوصاً جبکہ ذہن مشوش ہو اور خیالات منتشر ہوں) تو کوئی حرج بھی نہیں بلکہ بہتر و مستحب ہے (ھوالمختار) اور اگر دل میں ارادہ (یعنی نیت) نہ ہو صرف زبان سے الفاظ کہے تو اس سے نیت نہیں ہوتی اور آدمی نماز میں داخل نہیں ہوتا۔ (اسی طرح زبان سے الفاظ کہنے کو لازم سمجھنا بھی غلط اور بدعت ہے)

نیت نماز شروع کرنے کے وقت کی جاتی ہے یعنی نیت کر کے متصلاً تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہے؛ نیت کو اگر تکبیر تحریمہ کے متصل نہیں کہا بلکہ اس پر مقدم کیا تو یہ بھی جائز ہے جبکہ نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان نیت کے منافی کوئی عمل نہ پایا جائے مثلاً ایک شخص اپنے گھر سے جماعت کی نماز کا ارادہ و نیت کر کے نکلا مسجد پہنچ کر نیت کا دل میں دوبارہ استحضار کئے بغیر تکبیر تحریمہ کہہ کر جماعت میں شامل ہو گیا تو اس کی نماز صحیح ہے۔ اس مثال میں اگر گھر سے نیت کر کے نکلنے کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے کسی اور کام میں مشغول ہوتا تو یہ نیت معتبر نہ رہتی۔ باقی گھر سے لے کر مسجد تک چلنا چونکہ نماز ہی کے لئے ہے اس لئے نماز کے لئے اس چلنے کے عمل سے یہ گھر سے کی جانے والی نیت بے کار اور کالعدم نہیں ہوگی بلکہ کافی ہوگی دوبارہ نیت کی ضرورت نہ ہوگی، اسی طرح وضو بھی نماز کے متعلقہ عمل ہے نہ کہ نماز کے منافی لہٰذا نیت کرنے کے بعد وضو کیا اور پھر دوبارہ دل میں نیت حاضر کئے بغیر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شریک ہو گیا تب بھی صحیح ہے یہی مقدم نیت کافی ہو جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ نیت کا صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ ملی ہوئی اور متصل ہو اور اگر تکبیر تحریمہ پر مقدم

بھی ہو لیکن نیت کے بعد تکبیر تحریمہ کہنے تک درمیان میں کوئی نیت کے منافی عمل نہیں کیا تو یہ مقدم نیت بھی جائز ہے باقی ایک تیسری صورت عقلاً یہ بھی نیت کی نکل سکتی ہے کہ تکبیر تحریمہ پہلے کہے اور نیت کو مؤخر کرے تو یہ جائز نہیں ایسا کرنے سے وہ نماز میں داخل نہ ہوگا اور یہ نماز صحیح نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ اگر ''اللہ'' پہلے کہا پھر نیت کی اس کے بعد ''اکبر'' کہا تب بھی یہ نیت معتبر نہ ہوگی اور اس نیت سے وہ نماز میں داخل نہ ہوگا وہ نماز صحیح نہ ہوگی۔

فرض وواجب نماز کی نیت کیسے کرے

فرض اور واجب نماز میں نیت کے اندر اس نماز کی تعیین بھی ضروری ہوتی ہے پس دل میں مثلاً یوں ارادہ کرے کہ میں آج کے دن کی ظہر (یا عصر یا مغرب، وغیرہ) پڑھتا ہوں، صرف یہ ارادہ کرنا کافی نہیں کہ میں فرض پڑھتا ہوں کیونکہ فرض تو پانچوں نمازیں ہیں اس طرح وقت کی تعیین نہ ہو سکے گی اگر یوں ارادہ کرے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں (بجائے یوں ارادہ کرنے کے کہ آج کے دن کی ظہر پڑھتا ہوں) تو بھی کافی ہے اس لئے کہ ادا نماز میں وہ وقت ظہر کے لئے متعین ہو گیا ہے (اسی طرح باقی فرض نمازوں میں بھی)

البتہ قضا نماز میں دن، تاریخ کی تخصیص ضروری ہے، مثلاً کسی کی بہت دنوں کی یا بہت عرصے کی نمازیں قضا ذمہ میں باقی ہیں تو مثلاً یوں نیت کرے۔ یکم جنوری کی فجر پڑھتا ہوں اس طرح ظہر، عصر وغیرہ اگر کئی سالوں کی نمازیں قضا ہیں تو سال کی بھی تعیین کرے مثلاً یکم جنوری 2008ء کی فجر پڑھتا ہوں، اور اسی طرح سب نمازوں میں تاریخ متعین کرے [1]

اور واجب نمازیں بھی نیت میں متعین کرے جیسے وتر، عید الفطر، عید الاضحیٰ، نذر کی نماز، طواف کی دو رکعت، نفل جو شروع کر کے توڑے (یہ سب واجب نمازیں ہیں، اور نفل بھی شروع کر کے توڑنے پر ان نفلوں کو

---

[1] باقی اگر قضا نمازوں کی تاریخوں کی تحقیق نہیں مثلاً کبھی پڑھ لیتا تھا کبھی نہیں پڑھی اب پتہ نہیں چلتا ماضی میں کس تاریخ کو پڑھی کس کو نہیں پڑھی تو یوں نیت کر سکتا ہے کہ مثلاً ''میرے ذمہ جو پہلی فجر کی قضا نماز ہے وہ پڑھتا ہوں اس طرح ظہر، عصر وغیرہ۔ اور سب قضا نمازوں میں یوں ہی نیت کرتا رہے کہ میرے ذمہ جو فلاں وقت کی پہلی قضا نماز ہے۔ کیونکہ جو پڑھ لے گا وہ ختم ہو جائے گی، ذمہ سے اتر جائے گی۔ اس کے بعد والی خود بخود (آٹو میٹک) پہلی بنتی جائے گی۔
لہٰذا ہر نماز میں یہ نیت صحیح قرار پاتی رہے گی کہ میرے ذمہ جو فلاں وقت کی پہلی قضا نماز ہے۔ ویسے گنجائش اس کی بھی ہے کہ پہلے کے بجائے آخری کہے یعنی میرے ذمہ فلاں وقت کی جو آخری قضا نماز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی جو پڑھتا جائے گا ذمہ سے اترتی جائے گی، اس سے پہلی والی خود بخود آخری بنتی جائے گی۔ زیادہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کہتا رہے (یعنی میرے ذمہ جو پہلی قضا نماز ہے) کیونکہ جب وہ قضا پہلے ہوئی تو ایک طرح سے قضا پڑھنے میں بھی اسے بعد والی پر ترجیح ہونی چاہئے۔ قضا پڑھنے میں گویا اس کا حق پہلے ہے)

دوبارہ پڑھنا واجب ہو جاتا ہے)

فرض وواجب میں رکعتوں کی تعداد کی نیت شرط وضروری نہیں۔(پس وتر کا ارادہ کرنا کافی ہے یوں کہنا ضروری نہیں کہ تین وتر یا دو رکعت عیدالفطر بلکہ صرف وتر یا صرف عیدالفطر کی نماز کا ارادہ کافی ہے) کیونکہ ان کے رکعتوں کی تعداد شرعاً مقرر و متعین ہے۔اسی طرح فرضوں میں بھی یہی بات ہے(کہ ظہر کے چار فرض یا مغرب کے تین فرض کی نیت کرنا ضروری نہیں بس ظہر یا مغرب کا ارادہ کر لینا کافی ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے)

سنت ونفل کی نیت

نفل، سنت اور تراویح کی نمازوں کے لئے صرف نماز کی نیت کر لینا کافی ہے، نفل یا سنت یا تعداد رکعات کی تعیین ضروری نہیں۔بس اتنی نیت کافی ہے کہ دل میں یہ ارادہ ہو میں نماز پڑھتا ہوں۔البتہ تراویح میں بہتر ہے کہ تراویح یا قیام لیل یا سنت وقت کی نیت کرے۔اور سنتوں میں احتیاط یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی متابعت کی نیت کرے کہ میں آپ علیہ السلام کی متابعت میں یہ نماز پڑھتا ہوں۔

نیت کے الفاظ میں غلطی

دل میں ظہر کی مثلاً نیت کی لیکن زبان سے نیت کی ترجمانی کے الفاظ کہتے ہوئے بجائے ظہر کے عصر کہہ دیا تو نماز جائز ہے کیونکہ اصل اعتبار دل کی نیت کا ہے۔اسی طرح رکعت کی تعداد میں زبان سے غلط لفظ نکل گیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔کیونکہ فرض، واجب میں تو تعداد شریعت کی طرف سے متعین ہے اس لئے نیت یا تلفظ میں تعداد کا ذکر ضروری بھی نہیں ایک امرِ زائد ہے۔اس میں غلطی سے کوئی خلل نہیں پڑتا جبکہ دل میں نیت درست ہو، اور نوافل، سنن وغیرہ میں بھی اصل دارومدار دل کے ارادے پر ہے، زبان سے تلفظ میں غلطی ہو جائے اور دل میں ارادہ صحیح تھا تو نماز درست ہوگی۔

سلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

بالوں اور ناخنوں کے آداب

(۱)......مرد حضرات کو پورے سر پر بال رکھنا سنت ہے اور ان کو پوری طرح منڈا دینا بھی جائز بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت ہے (والتفصیل فی احسن الفتاویٰ ج۸ص۸۱)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

احْلِقُوهُ كُلَّهُ أَوْ اتْرُكُوهُ كُلَّهُ (ابو داؤد، نسائی، صحیح ابن حبان)

کہ سر کے پورے بال منڈا دو یا ان کو چھوڑ دو۔

(۲)......اگر کوئی مرد سر کے بال (مشین یا قینچی سے) چھوٹے کرائے، اور پوری طرح نہ منڈائے، تو یہ بھی جائز ہے، بشرطیکہ پورے سر کے بال برابر سرابر طریقہ پر چھوٹے کرائے جائیں (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۸ص۸۱، وفیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۵۷۲)

(۳)......حضور ﷺ سے پیچھے کانوں کی لو تک، اور آدھی گردن تک اور کاندھوں تک لٹکے ہوئے بال رکھنا ثابت ہے، اس لئے ان تینوں طریقوں پر مرد حضرات کو بال رکھنا سنت ہے، اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنا حضور ﷺ سے ثابت نہیں، اور کاندھوں سے زیادہ لمبے بال رکھنے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے، اس لئے کاندھوں سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے مرد حضرات کو پرہیز کرنا چاہئے۔

(۴)......جب بال رکھے جائیں تو ان کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ان کو کنگھا کر کے پیچھے کی طرف لے جایا جائے (جیسا کہ حضور ﷺ کے بالوں کے رکھنے کے تمام طریقوں سے واضح ہے) اور آج کل کی طرح بالوں کو ماتھے پر کرنا یا ٹیڑھی، الٹی سیدھی مانگ نکال کر دائیں بائیں کانوں کی طرف لٹکانا درست نہیں۔

(۵)......مرد و عورت کو سر کے بالوں میں سر کے درمیان میں مانگ نکالنا سنت ہے اور بغیر مانگ نکالے سارے بال سیدھے پیچھے کی طرف کو موڑ کر چھوڑ دینا بھی جائز ہے، اور ٹیڑھی مانگ نکالنا غیر اسلامی طریقہ ہے، جس سے بچنا چاہئے۔

(۶)......سر کے بعض حصہ پر بال رکھنا، اور بعض حصہ کے بال منڈا دینا یا کٹا کر چھوٹے کرا دینا درست نہیں، اور احادیث میں اس طرح کے بالوں کو ''قزع'' کا نام دیا گیا ہے (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۸ص۸۲)

Idara Ghufran

البتہ کسی بیماری (مثلاً زخم ہوجانے ، پھوڑا پھنسی وغیرہ) کے باعث سر کے کسی حصہ کے بال مونڈنے یا چھوٹے کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ (بخاری)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ''قزع'' سے منع فرمایا۔

آج کل ''قزع'' کی مختلف صورتیں رائج ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(الف)......بعض لوگ پورے سر کے بال منڈا کر یا چھوٹے کرا کر سر کے درمیان میں لمبے بال چھوڑ دیتے ہیں، اور یہ زیادہ تر ہندو مذہب میں رائج ہے، اور بعض جاہل مسلمان بھی ایسا کرتے ہیں، جبکہ بعض جہلاء میں کسی پیر یا بزرگ کے نام پر چوٹی چھوڑ دینے کا رواج بھی ہے۔

یہ جائز نہیں اور سخت گناہ ہے، اور بعض صورتوں میں کفر کا بھی اندیشہ ہے۔

(ب)......بعض لوگ سر کے صرف دائیں بائیں اور پیچھے سے بال منڈا دیتے ہیں یا کٹا کر چھوٹے کرا دیتے ہیں، اور سر کے درمیان اور پیشانی کی طرف سے بال باقی رکھتے ہیں یا لمبے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ صورت بھی ''قزع'' میں داخل ہے، اور منع ہے۔

(ج)...... بعض لوگ سر کے صرف پیچھے کی طرف سے بال منڈا دیتے ہیں یا کٹا کر چھوٹے کرا دیتے ہیں، اور باقی سر پر بال لمبے چھوڑ دیتے ہیں، جس کو انگریزی بال کہا جاتا ہے۔ یہ صورت بھی ''قزع'' میں داخل ہے، اور منع ہے (کذا فی فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۹۴۵۹)

(د)......بعض لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ بطور فیشن سر کے درمیان کے کسی حصہ سے بال کٹا یا منڈا دیتے ہیں یا درمیان میں پھول پتی کی شکل میں بال منڈا دیتے ہیں۔

یہ صورت بھی ''قزع'' میں داخل ہے، اور منع ہے۔

(ہ)......بعض لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ دونوں کانوں کے قریب چہرے کی طرف سے سر کے بال نیچے داڑھی کی طرف لٹکے ہوئے باقی چھوڑ دیتے ہیں، اور پورے سر کے بال کٹا کر چھوٹے کرا دیتے ہیں یا منڈا دیتے ہیں، یہ صورت بھی ''قزع'' میں داخل ہے، اور منع ہے۔

اور ان مذکورہ صورتوں کے علاوہ جو صورتیں بھی ایسی رائج ہیں کہ ان میں سر کے کسی بھی حصہ کے کچھ بال

کٹوائے یا منڈائے جاتے ہوں، اور دوسرے حصہ کے بال باقی چھوڑے جاتے یا لمبے رکھے جاتے ہوں، وہ سب صورتیں ''قزع'' میں داخل ہو کر ممنوع و مکروہ ہیں، اور نائی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ ایسے غیر شرعی طریقہ پر بال کاٹے۔

(۷)......سر کے بال مونڈتے وقت استرے وغیرہ سے مونڈنا افضل ہے اور کسی کریم، پاؤڈر وغیرہ سے صاف کرنا بھی جائز ہے، لیکن بہتر نہیں۔

(۸)......خواتین کو سر کے بال منڈانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، البتہ بہت چھوٹی بچی کے بال کٹانا، منڈانا جائز ہے، مگر جب لڑکی بالغ ہونے کے قریب ہو جائے یعنی اس کی عمر نو سال کو پہنچ جائے تو اس کے بال نہ منڈائے جائیں اور نہ کٹائے جائیں (امداد الاحکام ج۴ ص۳۴۲)

(۹)......اسی طرح خواتین کو اپنے سر کے بال کٹوا کر چھوٹے کرنا جائز نہیں۔ [۱]

البتہ حج وعمرہ کے احرام سے نکلتے اور حلال ہوتے وقت انگلی کے پورے کے برابر یا اس کے لگ بھگ بال کاٹنے کی شریعت نے عورت کو تعلیم دی ہے۔

(۱۰)......حج وعمرہ کے احرام کی حالت میں جسم کے کسی بھی حصے کے بال کاٹنا جائز نہیں۔

(۱۱)...... مَرد حضرات کو حج وعمرہ کے احرام سے نکلتے اور حلال ہوتے وقت پورے کے برابر بال کاٹنا درست ہے، اور اس موقعہ پر مَرد حضرات کو پورے سر کے بال منڈوا دینا زیادہ فضیلت کا باعث ہے اور جس شخص کے سر پر بالکل بال نہ ہوں اس کو احرام سے نکلتے وقت سر پر ویسے ہی استرا پھیرنا واجب ہے، خواہ اس سے کوئی بھی بال نہ مُنڈے۔

(۱۲)......انسانی بدن کے کاٹے ہوئے بال پاک ہیں، اگر کسی پاک چیز میں گر جائیں تو ان کی وجہ سے وہ چیز ناپاک نہیں ہوگی، اور جسم و کپڑوں کے ساتھ لگے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز درست ہو جاتی ہے۔

(۱۳)......سر کے بالوں کے ساتھ انسانی بال ملانا مرد وعورت کسی کے لئے جائز نہیں، البتہ غیر انسانی

---

[۱] البتہ بعض خواتین کے بالوں کے اختتام یعنی کناروں اور سروں پر بالوں کے دوسرے یا دومنہ ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بالوں کی افزائش بند ہو جاتی ہے اور ایسے بالوں میں کنگھا کرنے میں بھی مشکل پیش آتی ہے اگر ان بالوں کے سروں کو کاٹ دیا جائے تو پھر بال بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں بالوں کی افزائش کے لئے بالوں کے سرے معمولی طور پر کاٹنا جائز ہے، کیونکہ یہ علاج میں داخل ہے۔

اور بعض لوگ خواتین کے بال کاٹنے کے جائز ہونے کے بارے میں جو بعض دلائل پیش کیا کرتے ہیں، وہ درست نہیں ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: بالوں، ناخنوں اور مہندی وخضاب کے احکام ص۵۲، تا۵۵، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پاک بال ملانا جائز ہے۔

(۱۴)......خواتین کو ریشم یا کسی اور دھاگے یا کپڑے کے ٹکڑے (مثلاً کتّر) سے سر کے بال باندھنا یا پراندی میں بال بٹنا جائز ہے۔

(۱۵)......سر اور داڑھی کے بالوں کی صفائی اور ان میں وقتاً فوقتاً تیل و کنگھی کرنا سنت ہے، اور ان کو صفائی کے بغیر ویسے ہی چھوڑ دینا جس کی وجہ سے ان میں جوئیں پڑ جائیں اور میلے کچیلے ہو جائیں اور پراگندہ ہو کر آپس میں چپک جائیں جیسا کہ بعض ملنگوں کا طریقہ ہے یہ گناہ ہے، البتہ ہر وقت مانگ پٹی کرنے کے شغل میں لگے رہنا بھی ناپسندیدہ ہے۔

(۱۶)......مرد حضرات کو خواتین کی طرح اپنے سر کے بال بٹنا یا چٹیا باندھنا ممنوع ہے (جیسا کہ آج کل بعض منچلے جوان تو پونی باندھتے ہیں)

(۱۷)......مرد حضرات کو لمبائی میں کم از کم ایک مٹھی کی مقدار داڑھی رکھنا واجب ہے، اور اس سے کم کرنا یا بالکل منڈوا دینا جائز نہیں۔

جو نائی داڑھی مونڈتا ہو یا کاٹ کر ایک مٹھی سے کم کرتا ہو، یہ بھی سخت گنہگار ہے، اور داڑھی مونڈنے کی اجرت اور کمائی بھی حرام ہے۔

(۱۸)...... داڑھی کے بالوں کی چاروں طرف سے حدود کی تفصیل یہ ہے کہ کانوں کی لو کے بالمقابل جو ابھری ہوئی ہڈی ہے، وہاں سے داڑھی کی حد شروع ہوتی ہے، اس سے اوپر سر کا حصہ ہے، اور اس سے نیچے داڑھی کا حصہ ہے، اور دونوں طرف کانوں کے ساتھ ساتھ نیچے کے جبڑے والی ہڈی پر اور ٹھوڑی کے اوپر اور نیچے (حلق کی ابھری ہوئی ہڈی تک) تک داڑھی کا حصہ ہے (کیونکہ گردن نیچے کی طرف جھکا کر رکھنے کی صورت میں گلے کی اس ابھری ہوئی ہڈی سے اوپر کا حصہ ٹھوڑی یعنی نچلے جبڑے والی ہڈی کا حصہ ہوتا ہے)

(۱۹)......مرد حضرات کو نیچے کے جبڑے کو چھوڑ کر اوپر (یعنی ناک اور آنکھوں) کی طرف رخسار پر اگنے والے بالوں کو کاٹنا جائز ہے (کذافی فتاویٰ محمودیہ ج۹ ص۴۲۱، فتاویٰ رحیمیہ ج۱۰ ص۱۱۶، والبحر الرائق، ومنحۃ الخالق، وحاشیۃ عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ، کتاب الطہارۃ، جلد۱، صفحہ۵۹)

(۲۰)......اسی طرح مرد حضرات کو داڑھی چڑھانا یعنی اوپر کی طرف چپکا کر ایک مٹھی سے کم ظاہر کرنا بھی گناہ ہے (والتفصیل فی اصلاح الرسوم)

(۲۱)...... ریش بچہ (یعنی جو بال ٹھوڑی کے اوپر ہونٹ کے نیچے چھوٹی سی داڑھی کی شکل میں اگتے ہیں) کو کاٹنا ممنوع ہے کیونکہ یہ ریش بچہ داڑھی کا حصہ ہے، البتہ اس ریش بچہ کے دائیں بائیں اطراف کے نیچے والے ہونٹ سے متصل بال کاٹنا جائز ہے۔

(۲۲)...... مرد حضرات کو لمبی لمبی مونچھیں رکھنا ممنوع ہے، چالیس دن میں ایک مرتبہ کاٹنا ضروری ہے، اور ہر ہفتہ کاٹنا افضل ہے، البتہ غازیوں کو جہاد کے موقع پر دشمنانِ اسلام پر رعب ڈالنے کے لئے مونچھیں بڑھانے کی اجازت ہے۔

(۲۳)...... مرد حضرات کو مونچھیں اہتمام کے ساتھ قینچی وغیرہ سے تراشنا بہتر ہے، اور استرے وغیرہ سے مونڈنے میں اختلاف ہے، بعض نے جائز جبکہ بعض نے مستحب قرار دیا ہے، اس لئے مونڈنے میں بھی حرج نہیں (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۴۵۰ تا ۴۵۳)

(۲۴)...... مونچھیں کٹا کر ان کے دائیں بائیں داڑھی کے ساتھ متصل بالوں کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ [۱]

(۲۵)...... ناک کے اندرونی حصہ کے بال کاٹنا اور اکھیڑنا دونوں طرح جائز ہے۔ [۲]

(۲۶)...... بھنوؤں کو باریک کرنا مرد وعورت دونوں کے لئے ناجائز اور باعثِ لعنت عمل ہے، اور اسی طرح بالکل مونڈ دینا بھی ناجائز ہے، البتہ اگر کسی شخص کے بھنوؤں کے بال اتنے زیادہ اور گھنے ہوں کہ ان کی وجہ سے چہرہ بھیانک اور وحشت ناک محسوس ہو یا اتنے لمبے ہوں کہ ان کی وجہ سے آنکھوں سے دیکھنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو، ان کو بقدرِ ضرورت کاٹنا جائز ہے۔

(۲۷)...... پلکوں کے بال کاٹنا بھی جائز نہیں، البتہ اگر اتنے زیادہ اور گھنے ہوں کہ آنکھوں میں پڑتے ہوں یا دیکھنے میں رکاوٹ بنتے ہوں ان کو کسی قدر کاٹ کر برابر کرنا جائز ہے۔

(۲۸)...... دونوں اَبروؤں کے درمیان ناک کے اوپری حصہ پر اگنے والے بالوں کو کاٹنا بھی جائز نہیں، مگر یہ کہ بہت زیادہ گھنے ہوں، تو ان کا حکم بھنوؤں کی طرح ہے (یعنی تب قدرے ہلکا کرنا جائز ہے)

(۲۹)...... سر کی حد ختم ہونے کے آگے گردن کے حصہ پر اگنے والے بالوں کو مونڈنے سے پرہیز کرنا چاہئے

(۳۰)...... زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا، کاٹنا، اکھاڑنا سب جائز ہے مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی

---

[۱] جبکہ بعض حضرات نے مکروہ قرار دیا ہے، اس لئے اس بچنا بہتر ہے (کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۴۴۷)

[۲] البتہ اکھیڑنے کو بعضوں نے طبی طور پر مضر لکھا ہے، کہ اس سے ''اکلہ'' نامی مرض پیدا ہوسکتا ہے، جس میں ناک کی اندرونی جلد حساس ہوکر گلنے سڑنے لگتی ہے، اس لئے اکھیڑنے پر کاٹنے کو ترجیح ہوگی۔

(۳۱)...... زیرِ ناف بال مرد حضرات کو کریم، پاؤڈر کے بجائے استرے وغیرہ سے صاف کرنا افضل اور عورت کو استرے وغیرہ کے بجائے کریم، پاؤڈر وغیرہ سے صاف کرنا افضل ہے، اور اس کے برعکس عورت کو مرد والا اور مرد کو عورت والا طریقہ اختیار کرنا بہتر نہیں، اگرچہ کوئی گناہ بھی نہیں (یعنی مرد کو کریم وغیرہ سے صفائی کرنے میں اور عورت کو استرے وغیرہ سے)

(۳۲)...... ناخنوں کو دانتوں سے کاٹنا صحیح نہیں، اور اس سے برص کی بیماری (جس سے جسم پر سفید سفید داغ پڑ جاتے ہیں) پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

(۳۳)...... دن، رات میں کسی بھی وقت اور کسی بھی دن اور کسی بھی تاریخ میں ناخن کاٹنا جائز ہے۔ لہٰذا بعض لوگوں کا رات کے وقت یا خاص دن و تاریخ میں ناخن کاٹنے کو منحوس و معیوب سمجھنا درست نہیں۔

(۳۴)...... خواتین کو چہرے پر اگنے والے بالوں کی رُوئیں صاف کرنا گناہ ہے، البتہ اگر کسی عورت کے داڑھی یا مونچھ کے بال اُگ آئیں تو ان کو دور کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

(۳۵)...... ناخن اور مونچھیں تراشنا اور زیرِ بغل و زیرِ ناف بال صاف کرنا اور جس شخص کا سر منڈانے کا معمول ہو اس کو سر مونڈنا یہ تمام اعمال ہر ہفتہ بجالانا مستحب ہیں اور اس میں جمعہ کے دن کی رعایت رکھنا بھی مستحب ہے اور وقفے کی انتہائی حد چالیس دن ہے، چالیس دن سے زیادہ وقفہ جائز نہیں۔

(۳۶)...... ناف کے تھوڑا سا نیچے جہاں (اکڑوں بیٹھنے کی صورت میں) پیٹ کی کھال میں سلوٹ و شکن سی پڑتی ہے، اس حصہ سے لے کر دونوں رانوں کی حد شروع ہونے تک؛ اور مرد و عورت کی پیشاب گاہ کے اردگرد؛ نیز پاخانہ کے مقام اور اس کے اردگرد کے بال، اور مرد کے خصیتین کے بال اور خصیتین کے نیچے کے بال، اسی طرح عورت کی پیشاب گاہ کے اردگرد کے بال، یہ سب زیرِ ناف بالوں میں شامل ہیں، اور چالیس دن گزرنے سے پہلے پہلے مرد عورت سب کو ان تمام حصوں کے بال صاف کرنا ضروری ہے، اور اگر کوئی ناف کے متصل نیچے سے بال کاٹنا شروع کرے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

اسی طرح رانوں کی جڑوں کے قریب کا ران کا وہ حصہ جس کے استنجاء کرتے وقت نجاست میں ملوث ہونے کا خطرہ ہو، بعض حضرات کے نزدیک اس حصہ پر اگنے والے بالوں کو بھی صاف کرنا چاہئے (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۸ ص۷۷)

(۳۷)...... جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، اُس کے لیے ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے قربانی تک جسم کے

کسی حصہ کے بھی بال اور ناخن نہ کاٹنا افضل ومستحب ہے۔

(۳۸)......جسم کے کٹے ہوئے بالوں اور ناخنوں کو دفن کر لینا افضل ومستحب ہے، مگر ضروری نہیں، کہ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو گناہگار ہو (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۹ص ۷۹)

(۳۹)...... بالوں اور ناخنوں کا جنابت کی حالت میں (یعنی جبکہ غسل کرنا واجب ہو) کاٹنا اور مونڈنا مکروہِ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، لہٰذا اس حالت میں بال اور ناخن نہ کاٹنا بہتر ہے، اور اگر کوئی کاٹے تو گناہ نہیں۔

(۴۰)......سونے چاندی کے برتن سے مرد وعورت ہر ایک کو بالوں پر تیل لگانا مکروہ ہے (جبکہ اس برتن سے ہی بالوں میں ڈالے نہ کہ ہاتھ میں ڈال کر پھر بالوں وغیرہ میں لگائے، البتہ ''مترفین'' وغیرہ سے مشابہت کی وجہ سے ایسے برتن رکھنا ہی پسندیدہ عمل نہیں)

(۴۱)......عورتوں کو سر کے بالوں میں اور مَردوں کو سر اور داڑھی کے بالوں میں سرخ وزرد خضاب جائز ومستحب اور مہندی کا سرخ خضاب سنت سے ثابت ہے۔

(۴۲)......سر اور داڑھی میں اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے اور عمر چھپانے کے لئے بالکل سیاہ خضاب لگانا جس سے بالوں کی سفیدی چھپ کر حقیقی سیاہی کے مشابہ ہو جائے؛ ناجائز ہے، کیونکہ اس میں حقیقی عمر کو چھپانا (یعنی کتمانِ حقیقت) اور دوسرے کو دھوکہ میں مبتلا کرنا پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ عمر کے تقاضے کی وجہ سے بالوں کی سفیدی، اللہ تعالیٰ کا نور ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نور کو سیاہی اور ظلمت سے تبدیل کرنا برا عمل ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشِيبُ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ قَالَ عَنْ سُفْيَانَ إِلَّا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ فِي حَدِيثِ يَحْيَى إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً(ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی نتف الشیب)

کہ سفید بالوں کو مت اکھاڑو، حالتِ اسلام میں جس شخص کے بال سفید ہوں اس کے لئے قیامت کے دن نور ہونگے، یہ مفہوم سفیان (راوی) کی روایت کا ہے، اور اسی حدیث کے یحییٰ راوی نے جو روایت کیا ہے اس میں قیامت کے دن نور ہونے کی بجائے یہ ہے کہ ہر سفید بال کے بدلے ایک نیکی لکھی جائے گی، اور ایک خطا معاف کی جائے گی۔

البتہ غازیوں کو خاص جہاد کے موقع پر دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے بالکل سیاہ خضاب کرنا جائز ہے، اور اگر دوسرے کو دھوکہ دینا اور عمر کو چھپانا مقصود نہ ہو، بلکہ اپنی بیوی کے لئے زینت اختیار کرنے اور اسے خوش

کرنے کے لئے کرے تو بھی جمہور فقہاء ومشائخ کے نزدیک ممنوع ومکروہ ہے، کیونکہ دوسرے دیکھنے والے تو دھوکے ہی میں مبتلا ہونگے (جو کہ کتمانِ حقیقت میں داخل ہے) (ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ ج ۲ ص ۴۲۷، و احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۳۷۱)

اور اگر خالص سیاہ خضاب نہ ہو بلکہ اس میں کچھ سیاہی شامل ہو (جس سے بالوں کی سفیدی چھپ کر مکمل سیاہی میں تبدیل نہ ہو) تو اس کی بھی گنجائش ہے، اس میں نہ ثواب ہے اور نہ کوئی گناہ (ملاحظہ ہو: مرقاۃ، کتاب اللباس، العرف الشذی، باب ماجاء فی الخضاب)

(۴۳)......انگلیوں کے ناخن کاٹنے کی کوئی مسنون ترتیب شریعت کی طرف سے متعین نہیں، اس لئے ہر طرح سے ناخن کاٹنے کی گنجائش ہے، البتہ انگلیوں کے ناخن کاٹتے وقت کس ترتیب سے ناخن کاٹنا بہتر ہے، اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے زیادہ راجح یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی (یعنی انگوٹھے کے ساتھ والی) انگلی سے ناخن کاٹنے کی ابتداء کریں، اور پھر اس کے ساتھ والی بڑی (یعنی پانچوں انگلیوں کے درمیان والی) انگلی، اور پھر اس کے ساتھ والی چھوٹی انگلی، اور پھر آخری اور چھوٹی انگلی، اور اس کے بعد انگوٹھے کے ناخن کاٹے جائیں۔[۱]

اور پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے ناخن کاٹ کر اس کے ساتھ والی باقی تمام انگلیوں کے بالترتیب ناخن کاٹے جائیں، یہاں تک کہ انگوٹھے تک پہنچ جائیں۔ اور پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کاٹنے کی ترتیب میں مستحب یہ ہے کہ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے ناخن کاٹنا شروع کر کے انگوٹھے تک پہنچیں اور پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے لے کر چھوٹی انگلی تک پہنچ جائیں۔ [۲]

(۴۴)......عورتوں کو ہاتھ پاؤں اور ناخنوں پر خضاب (مہندی) لگانا جائز ہے، اور اس کو دھو کر رنگ باقی ہونے کی صورت میں وضو اور غسل بھی درست ہے، بشرطیکہ اس میں تماثیل وتصاویر نہ ہوں، البتہ مردوں اور بچوں کے لئے مکروہ ہے۔

(۴۵)......اگر ناخنوں پر ناخن پالش لگالی جائے تو ان کے اوپر سے پانی بہا کر وضو اور غسل درست نہیں ہوتا

---

[۱] جبکہ بعض نے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو بائیں ہاتھ کی پوری انگلیوں کے ناخن کاٹنے کے بعد بہتر قرار دیا ہے، مگر بعض دیگر حضرات نے اس کا انکار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

[۲] کذا فی المرقاۃ، کتاب الطھارۃ، باب السواک، وکتاب اللباس، باب الترجل، شرح النووی علی مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب فضل السواک، مغنی المحتاج إلی معرفۃ ألفاظ المنھاج، کتاب الاضحیۃ، فصل فی العقیقۃ، فتح الباری لابن حجر، باب قص الشارب.

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

حکیم الامت کی چند نصائح (چوتھی وآخری قسط)

مؤرخہ۲۱/ ذیقعدۃ۱۴۲۹ھ بمطابق۲۰/نومبر۲۰۰۸ء بروز جمعرات صبح دس بجے حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ غفران،راولپنڈی میں تشریف لائے اور مسجدِ غفران کے منبر پر تشریف فرما ہوکر اپنے ملفوظات وارشادات سے حاضرین کو مستفید فرمایا،جس کو مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا،اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے(ادارہ......)

سالک کو وسوسوں سے بہت واسطہ پڑتا ہے،اوراس معاملہ میں سالک کو بہت مشکل پیش آجاتی ہے۔

وساوس کے بارے میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا ملفوظات میں ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ریل سے سفر ہورہا تھا،اورحضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ عموماً ریل میں سفر کرتے تھے،اوراُس زمانے میں ریل میں ایک فرسٹ کلاس ڈبہ ہوتا تھا،دوسرا سیکنڈ کلاس،اورتیسرا انٹر ہوتا تھا،اورسب سے آخر میں تھرڈ کلاس ڈبہ ہوتا تھا؛اورحضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ تھرڈ کلاس کے درجے میں سفر کرتے تھے،اورفرماتے تھے کہ بھائی اس درجے کے ڈبے میں غریب غرباء بیٹھے ہوتے ہیں،وہاں زیادہ راحت سے سفر ہوتا ہے،کیونکہ وہ لوگ دوسروں کا خیال کرتے ہیں۔

وساوس کا علاج

بہرحال جس دن حضرت کا ریل سے سفر تھا،اُس دن مسافروں کا اسٹیشن پر بہت بھیڑ اور ہجوم تھا،اوراُن کی آپس میں باہم چپقلش بھی ہورہی تھی۔

ایک جگہ ہجوم کی وجہ سے لوگ کھڑکی سے بھی ریل میں چڑھ رہے تھے،کھڑکی پر بہت ہجوم دیکھ کر حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ وسوسوں کا جب ہجوم ہوتو قلب یعنی دل پر سے اُن وساوس کو جاتا ہوا سمجھو،وساوس کو آتا ہوا نہ سمجھو،جس طرح یہ مسافر جارہے ہیں،اوروسوسوں کی طرف التفات نہ کرو۔

مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھو کہ وساوس کثرت سے جارہے ہیں،آنہیں رہے۔

اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ قلب کو حزن یعنی رنج و ملال نہیں ہوگا، اور وساوس سے جو دل پریشان رہتا ہے، یہ پریشان نہیں ہوگا۔

اور پھر فرمایا کہ شیطان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مؤمن بندہ کے اور خاص طور پر سالک اور طالب کے قلب کے اوپر رنج پہنچائے، کیونکہ شیطان کا بڑا مقصد وسوسے پیدا کرنے سے بندۂ مؤمن کو تحزین یعنی حزن و ملال پہنچانا ہوتا ہے، جب شیطان یہ دیکھے گا کہ اس بندے کو وساوس سے کوئی رنج نہیں ہوا تو پھر وسوسے نہیں ڈالے گا، اور اس طرح وساوس کے مرض کا علاج ہوجائے گا۔

وساوس کے علاج کے بارے میں کسی اور موقعے پر حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی دیکھو! وسوسوں کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی مثال بجلی کے تار کی سی ہے، اگر بجلی کا تار ٹوٹ کر کسی راستہ کے اوپر گر جائے، تو جو آدمی سڑک پار کرنے کے لیے چل رہا ہے، وہ اس تار کو ہٹائے گا نہیں، یہاں تک کہ چھوئے گا بھی نہیں، ورنہ تو کرنٹ لگ جائے گا، بلکہ اس بجلی کے تار سے بچ کر چلے گا۔

کیونکہ بجلی کے تار کو جب چھوؤ گے تو بھی کرنٹ مارے گی، اور ہٹاؤ گے تو بھی نقصان دے گی۔

اور وساوس کے بارے حضرت والا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ بتاتے تھے کہ جب وساوس کا ہجوم ہوتا ہے تو میں ان وساوس کو اللہ کی صنّاعی کی طرف منتقل کر لیتا ہوں، کہ یا اللہ! کیا حالت ہے؟ آپ نے بھی قلب کو ایسا بنایا ہے کہ خیالات اور وساوس کا بحرِ ذخّار اُمڈا چلا آ رہا ہے۔

اور میں تو کہتا ہوں کہ کمپیوٹر بھی اتنا کام نہیں کر سکتا جتنا دماغ میں وساوس کا سٹور کام کرتا ہے۔

تبلیغ کے مختلف انداز

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت ریل کے ذریعے سفر میں تھے، خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دوسرے حضرات بھی ساتھ تھے، اور حضرت کے ساتھ ریل کے اُس درجے میں کچھ ہندو بھی بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت کے سامنے والی سیٹ پر ایک مسلمان صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے، جن سے حضرت باتیں کر رہے تھے، اور ملفوظات چل رہے تھے، اس وقت تک آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔

جب سورج غروب ہونے والا ہوا، مغرب کا وقت قریب آ گیا، تو خواجہ صاحب نے یا کسی اور نے حاضرین سے کہا کہ نماز کا وقت قریب آ گیا ہے، وضو کر لیجیے، اور نماز پڑھ لیجیے۔

چنانچہ حضرت نے بھی اور دیگر حضرات نے نماز کی تیاری کرلی۔

جب نماز کا وقت بالکل قریب آ گیا، تو خواجہ صاحب نے حضرت سے کہا کہ آپ سامنے بیٹھے ہوئے مسلمان مسافر سے کہہ دیجیے؛ کہ یہ بھی وضو کرلیں اور مغرب کی نماز کی تیاری کریں، اسٹیشن آ گیا تھا، اور ریل بھی رُک گئی تھی حضرت نے فرمایا کہ میں تو نہیں کہتا، انہیں خود خیال ہونا چاہیے، خیر حضرت نے اُن سے نماز کا نہیں کہا، اور سب نے نماز پڑھ لی، اور نماز پڑھنے کے بعد سب دوبارہ بیٹھ گئے، اور سفر شروع ہوا، تو حضرت نے اُن صاحب کے ساتھ اُسی شگفتگی سے باتیں کیں اور کوئی نکیر یا تنبیہ اس بات پر نہیں کی کہ آپ نے نماز کیوں نہیں پڑھی، آخر میں سب اپنی اپنی منزل پر آ گئے، اور جسے جہاں اترنا تھا، اُتر گیا۔

تو بعد میں ان صاحب نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ مجھ پر تو پانی پڑ گیا کہ جب سب نے تو نماز پڑھ لی، تو حضرت نے مجھ سے بھی اسی شفقت کے ساتھ بات کی، جیسے دوسروں کے ساتھ کی، اور مجھے کوئی تنبیہ نہیں کی، اگر حضرت مجھے اس وقت نصیحت کرتے تو اُن کی شرما حضوری سے میں پڑھ تو لیتا لیکن پھر عمر بھر نہ پڑھتا، اس وقت کی حضرت کی خاموشی اور شگفتگی سے ان صاحب پر بہت اثر ہوا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور سفر کا واقعہ ہے کہ سفر میں کھانے کا وقت ہو گیا، خواجہ صاحب بھی ساتھ تھے، اور دوسرے رفقائے سفر بھی تھے، ٹرین میں ہی بینچ کے اوپر بیٹھ کر دستر خوان رکھ دیا گیا اور کھانا کھایا گیا، ایک اور مسافر صاحب جو راستے میں شاملِ سفر ہوئے تھے، اور پہلے سے حضرت سے واقفیت بھی نہیں تھی، انہیں بھی اخلاقاً کھانے میں شریک کرلیا گیا۔

سالن میں گوشت کی بوٹی کا نوالہ بناتے ہوئے ان صاحب سے گوشت کی بوٹی نیچے گر گئی، تو انہوں نے یہ خیال کیا اور یہ سمجھے کہ کسی نے دیکھا نہیں ہے، اور وہ صاحب اپنے بوٹ کی نوک سے اس گوشت کی بوٹی کو سامنے سے ہٹانے لگے ...... حضرت نے دیکھ لیا، اور حضرت نے خواجہ صاحب سے کہا کہ بھائی! یہ جو گوشت کی بوٹی گر گئی ہے، یہ اٹھا لیجیے، اور اسے دھلوائیے، میں اسے کھالوں گا...... خواجہ صاحب نے کہا بہت اچھا، اور گوشت کی بوٹی جو مٹی وغیرہ میں سَن گئی تھی، اٹھا کر دھو کر اور صاف کر کے لے آئے، اور عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو میں ہی کھالوں...... حضرت نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے، آپ کھا لیجیے۔

اس بات کو بھی ان صاحب نے جنہوں نے اپنے جوتے سے گوشت کی بوٹی ہٹائی تھی، اور پھر مذکورہ معاملہ ہوا، اپنے کسی دوست سے کہا کہ اگر مجھے اس وقت حضرت نصیحت کرتے تو میں عمل کر لیتا لیکن اب حضرت کے اس طریق سے مجھے ہمیشہ کے لیے نصیحت ہوگئی کہ رزق کی ناقدری نہیں کرنی چاہیے۔

Idara Ghufran

کھانے کے ذکر پر یاد آیا کہ ہمارے حضرت شاہ ابرارُ الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی بزرگ آتا ہے تو ہاتھ دھوکر مصافحہ کرتے ہو، یا بلا ہاتھ دھوئے، ظاہر ہے کہ ہاتھ تو نہیں دھوتے۔ مگر کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا کھانے کی خصوصی سنت ہے، اور اکرامِ رزق میں ہی کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں، یہ اللہ نے جو رزق دیا ہے، اُس کی خصوصی عزت ہے۔

فرمایا کہ: حضرت شاہ ابرارُ الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ تبلیغ کے بارے میں فرماتے تھے کہ دیکھو! تبلیغ یا نصیحت کرنے کا کہ ایک طریقہ ہوتا ہے، اس پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک صاحب آیا کرتے تھے اور ان کی شلوار یا پائجامہ کا پائنچہ ٹخنوں سے نیچے ہوتا تھا، تو مجلس میں متعین کر کے کبھی شاہ صاحب نے انہیں نصیحت نہیں کری، بلکہ ایک دفعہ جب دیکھا کہ ان کا پائنچہ ٹخنوں سے نیچے ہے تو سب لوگ جب اُٹھ کر جانے لگے، تو حضرت نے ان سے کہا کہ آپ ذرا رُک جایئے، جب وہ رُک گئے، تو سب کے چلے جانے کے بعد حضرت شاہ صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ بھائی دیکھنا، مجھے شبہ ہوتا ہے کہ درزی نے میرا پائنچہ ٹخنوں سے نیچے بنا دیا ہے۔

وہ سمجھ گئے کہ یہ میری طرف اشارہ ہے، انہوں نے شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ حضرت یہ عیب تو میرے اندر ہے۔

ظہر کی مجلس میں یہ معاملہ ہوا، اور جب عصر کے وقت وہ صاحب آئے تو پائنچے کٹے ہوئے تھے۔

اس طرح کی جو تلقین اور تبلیغ ہوتی ہے، اس کا اثر ہوتا ہے۔

بس اب دعا کرلیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ.

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ. سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ .وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ .وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .وَادْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ

Idara Ghufran

الْاَبْرَارِ، یَاعَزِیْزُ یَاغَفَّارُ، یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ. یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

رَبَّنَا لَا تُزِ غْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً. اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ.

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْهُ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْهُ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ، وَاَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّهٗ وَلَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَیْنٍ، یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

یا اللہ! اس ادارہ غفران کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیے، یا اللہ! جو طلبہ یہاں پر تعلیم حاصل کررہے ہیں، ان کو مقصود میں کامیابی عطا فرمائیے، یا اللہ! جو دین کا کام یا دین کی اشاعت یہاں ہورہی ہے، اس کو قبول فرمالیجیے، عافیت عطا فرمائیے، مفتی صاحب اوران کے جملہ متعلقین کو اور طلبہ کو اور اساتذہ کو اوران کے اہل وعیال کو سب کو اوران بچوں کو یا اللہ علمِ دین اور کامیابی عطا فرمائیے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا.

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ.

یا اللہ! جو ایمان آپ نے عطا فرمایا ہے، یا اللہ! اُسے آخر وقت تک مرحمت فرمائیے، یا اللہ! ادارہ غفران کو خوب ترقی عطا فرمائیے، عافیت عطا فرمائیے، دین کی جو شعاعیں یہاں سے نکل رہی ہیں، یا اللہ سارے عالَم میں پھیلا دیجیے،

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ، وَاَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّهٗ.

یا اللہ! جو بچے یہاں پر تعلیم پارہے ہیں، یا اللہ ان کو تعلیم کی تکمیل عطا فرمادیجیے، اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمادیجیے، جو اساتذہ یہاں پر دین کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، یا اللہ! ان کو، ان کے گھر والوں کو، اہل وعیال کو، سب کو صحت اور عافیت عطا فرمائیے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ. وَصَلیَّ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. آمین آمین آمین.

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

بڑھتے ہوئے خودکش حملے اور اہلِ علم کی ذمہ داری

پچھلے چند سالوں سے ہمارے ملکِ پاکستان میں خودکش حملوں کا سلسلہ شروع ہوکر طول پکڑتا جارہا ہے، اور ختم ہونے میں نہیں آرہا، خودکُش حملوں کے اسباب وعوامل کیا ہیں؟ اور کیا نہیں، یہ ایک مستقل اور الگ موضوع ہے، جس کے بارے میں عام تجزیہ یہی ہے کہ امریکہ اوراس کے اتحادیوں کی طرف سے بعض علاقوں میں بمباری اور ظلم وستم اور پاکستانی حکومت کا ان سے تعاون ہے، لیکن اس وقت یہ ہمارا موضوعِ بحث نہیں۔

ممکن ہے کہ خودکش حملہ آوروں نے اپنے اہداف مخصوص ومتعین کررکھے ہوں، لیکن اب تک ہونے والے خودکش حملوں میں سے بے شمار حملے ایسے ہیں کہ جن میں کسی کافر اور سیاسی شخصیات کے بجائے براہِ راست مسلمان عوامُ الناس اور سول لوگ ہی زد میں آکر ہلاک یا ہمیشہ کے لیے معذور ہوچکے ہیں۔

ابھی حال ہی میں مؤرخہ ۱۸/ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ، 16 / مارچ 2009ء، بروز منگل کو راولپنڈی میں پیرودھائی موڑ پر ہونے والے خودکش حملہ میں بھی یہی صورتِ حال پیش آئی کہ اس حملے میں مسافر، مزدور اور غریب طبقہ ہی زیادہ ترمتأثر ہوا۔

راولپنڈی کے پیرودھائی موڑ پر ہونے والے اس خودکش حملہ میں تقریباً ۱۴/ افراد موقع پر ہلاک اور متعدد افراد زخمی ہوگئے تھے، عینی شاہدین کے مطابق خودکش حملہ آور اوراس کے چند ساتھی جو نوجوان تھے، کچھ دیر سے وہاں چہل قدمی کررہے تھے، تھوڑی دیر بعد ایک کے علاوہ باقی ساتھی تو وہاں سے چلے گئے، اور ایک ساتھی مسافر ویگن کے قریب موجود تھا، کہ یکا یک خودکش حملہ ہوگیا؛ جس کے نتیجہ میں ٹیکسی ڈرائیور اور ویگن میں سوار متعدد مسافر ہلاک یا زخمی ہوگئے، اور انسانوں کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہوکر دُور دراز تک بکھر گئے، کچھ مکانوں اور دوکانوں کی چھتوں پر جاکر گرے، کچھ دیواروں اور دوکان کے دروازوں اور شٹر گیٹوں کے ساتھ جاکر چپک گئے۔

اور کچھ اوپر کی طرف جاکر بجلی کے تاروں میں پھنس گئے۔

خودکش حملہ آور کے جسم سے نکلنے والے چھرے دُور دُور تک پہنچے، جو دوکانوں پر کام کرنے والے مزدور

طبقے اور مسافروں وغیرہ کے جسم میں داخل ہوگئے، جس سے وہ بُری طرح زخمی یا ہلاک ہوگئے۔
متعدد عمارتوں کے شیشے ٹوٹ گئے، یا دروازے اور شٹر گیٹ وغیرہ ٹیڑھے ہوگئے۔
اس قسم کے خودکش حملوں کے خوف کی وجہ سے ملک کا ہر باشندہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے، راستہ سے گزرتے ہوئے، بازاروں اور دوکانوں سے خریداری کرتے ہوئے، گاڑیوں میں سفر کرتے ہوئے، ایک وحشت محسوس کرتا ہے، اور شہری زندگی میں سکون واطمینان کا فقدان نظر آتا ہے۔
معلوم نہیں کہ اس قسم کے خودکش حملہ آور جو غریب ومسافر اور غیر موذی مسلم طبقہ کو نشانہ بنارہے ہیں، وہ کیا عزائم رکھتے ہیں؟ اور دین واسلام کے کن دلائل کی بنیاد پر وہ اس کو کارِ خیر خیال کررہے ہیں۔
یا پھر یہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے مجاہدین کو بدنام کرنے کی ایک سازش ہے۔
حقیقتِ حال سے تو پوری طرح اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کے حضور ہر ایک نے حساب وکتاب کے لیے حاضر وپیش ہونا ہے۔
اگرچہ اہلِ علم حضرات کا مروّجہ خودکش حملوں کے جواز وعدمِ جواز اور اس کی شرائطِ جواز وغیرہ کے بارے میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔
لیکن ایسے خودکش حملے جن میں غیر متعلقہ غریب ولاچار مسلمان، سِول عوام مارے جائیں، یا زخمی ومعذور ہوجائیں، ان کے ناجائز ہونے میں شاید کسی عالم کو اختلاف نہ ہو۔
اس لیے اہلِ علم حضرات کے اوپر اس موقعہ پر یہ خصوصی ذمہ داری عائد ہوچکی ہے کہ وہ اس قسم کے حملوں کے بارے میں شریعت کی تعلیم سے عوام کو آگاہ فرمائیں، تاکہ دین وعبادت کے نام پر اس ظلم وستم کا خاتمہ ہو، اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے مسلمانوں کو آگاہ ہونے کی طرف توجہ ہو۔

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ ربیعُ الاٰخر

اسلامی سال کے چوتھے مہینے ''ربیعُ الاخر'' جس کو ''ربیعُ الثّانی'' بھی کہا جاتا ہے کے تعلق شرعی احکام
اس مہینہ کے حوالہ سے معاشرے میں رائج بدعات ومنکرات۔ اور ماہِ ربیعُ الاخر کے
سینکڑوں تاریخی واقعات وحالات

مصنف: مفتی محمد رضوان

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۱۸)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درج ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم سے تعلق

قاری محمد یوسف صاحب مرحوم سابق خطیب کوثر مسجد، محلّہ امر پورہ راولپنڈی (جن کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے) کے ساتھ حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں بھی شرکت کی توفیق حاصل ہونے لگی تھی۔

جس زمانے میں بندہ حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ کے حسب ارشاد منی والی مسجد میں خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ کہتا تھا اس عرصہ میں ایک دفعہ حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کا وہاں جانا ہوا تھا اور جمعہ کے لئے مسجد تشریف لائے تو وعظ کی مجلس میں بھی شریک ہوئے بندہ کے والد صاحب حاجی محمد غفران صاحب علیہ الرحمہ بھی وفات سے پہلے آخری زمانے میں اسلام آباد میں حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں شریک ہوتے تھے اور بڑے حضرت سے تعارف و تعلق پیدا ہو گیا تھا۔

بندہ کے ایک پھوپھا جو کہ بہت پہلے فوت ہو چکے ہیں وہ حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے پھوپھا جناب حضرت نواب جمشید صاحب علیہ الرحمہ کے ڈرائیور رہ چکے تھے (حضرت نواب جمشید صاحب علیہ الرحمہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ سے بیعت تھے اور حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا مشہور وعظ جام جمشید انہی کے نام سے موسوم ہے جو کہ انکی دعوت پر باغپت میں ہوا تھا (ان کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے، ''حالاتِ عشرت ومکتوباتِ مسیح الامت'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم کی خدمت میں حاضری تو حضرت مسیح الامت کی حیات کے آخری دِنوں میں ہی شروع ہوگئی تھی، ان ایام میں حضرت والا اسلام آباد میں اپنی رہائش گاہ پر جمعہ کے

Idara Ghufran

دن ملفوظات کی مجلس قائم فرماتے تھے، ایک مرتبہ مؤرخہ ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ، ۱۳/ نومبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ حسبِ معمول مجلس جاری تھی، اور جمعہ سے پہلے صبح تقریباً ساڑھے نو یا دس بجے کا وقت تھا، مجلس کے درمیان میں ہی حضرت والا کو گھر سے اطلاع دی گئی کہ کوئی ضروری ٹیلیفون ہے، حضرت والا فون سُننے کے لیے تشریف لے گئے، تھوڑی دیر بعد واپس آ کر حضرت مسیحُ الامت جلال آبادی رحمہ اللہ کے وصال کی خبر سُنائی، جس پر مجلس میں موجود تمام حضرات پر تھوڑی دیر کے لیے سکتہ طاری ہوگیا۔

(یاد رہے کہ اسی ماہ بندہ کی مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں بھی بحیثیتِ خطیب تقرری ہوئی تھی) حضرت والا نواب صاحب دامت برکاتہم نے نہایت ہی غم واندوہ کی حالت میں کچھ دیر حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کا درد بھرے انداز میں ذکرِ خیر فرمایا، اور مجلس اپنے اختتام کو پہنچی۔

حضرت مسیحُ الامت رحمہ اللہ کے وصال کے بعد بندہ نے حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی درخواست کی، جس پر حضرت والا نے تواضعاً فرمایا کہ آپ کا تو میرے شیخ سے براہِ راست تعلق رہ چکا ہے، اور اس حیثیت سے آپ میرے پیر بھائی شمار ہوتے ہیں، لیکن بزرگ حضرات جو خدمت ذمہ میں لگا گئے ہیں، بحیثیتِ مشیر بندہ اس کے لیے حاضر ہے، البتہ آپ کو بیعت کرنے سے کچھ حجاب سا محسوس ہوتا ہے۔

بندہ نے اس کے بعد پھر حضرت والا سے بیعت کی درخواست کرنا مناسب نہیں سمجھا، اور غیر رسمی تعلق حضرت سے قائم کرلیا، آمدورفت کے علاوہ حضرت سے اصلاحی مکاتبت کا بھی سلسلہ جاری ہوگیا۔

ابتداء میں بندہ ازدواجی زندگی میں منسلک نہیں ہوا تھا، اور جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی میں تدریس وافتاء کی خدمت پر مامور تھا، اور مسجد امیر معاویہ میں امامت وخطابت کرتا تھا۔

حضرت والا سے بندہ نے اجازت طلب کی کہ مدرسہ سے جمعرات کے دن فارغ ہوکر بندہ جناب کی خدمت میں حاضر ہوجایا کرے، اور رات کو قیام کرکے صبح کی مجلس میں شریک ہوکر جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد پہنچ جایا کرے۔

جس کی حضرت والا نے اجازت مرحمت فرمادی، اور اس طرح ایک عرصہ تک بروز جمعرات حضرت والا دامت برکاتہم کے یہاں (نیچے منزل میں بنے ہوئے کمرہ میں) قیام ہوتا رہا، اس عرصہ میں اکثر وبیشتر کھانا وغیرہ بھی حضرت والا کے ساتھ کھانے کی توفیق ہوجاتی تھی، نیز گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر آمد

ورفت بھی حضرت والا کی معیت میں ہوتی تھی، اوراس زمانے میں حضرتِ والا عموماً خود سے گاڑی (موٹر کار) چلا کر مسجد میں آمد ورفت کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ چھوٹی موٹی ڈرائیونگ میں خود کرلیتا ہوں، جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آخری دَم تک حسبِ حیثیت ہاتھ پاؤں ہلاتے رہنا چاہیے، ورنہ بڑھاپے میں اگر ایک دفعہ انسان رہ جائے اور ہاتھ پاؤں ہلانا چھوڑ دے تو بڑی مشکل ہوجاتی ہے، البتہ لمبے سفر پر اوراسی طرح ہجوم والی جگہ میں خود گاڑی چلانے سے پرہیز کرتا ہوں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ والد صاحب کی وفات اور جلال آباد کے ماحول سے نکلنے کے بعد بندہ کو بزرگوں کا سایہ سَر سے اُٹھ جانے اور اُن کی سر پرستی سے محرومی کا جو صدمہ ہوا تھا، حضرت والا نے ایک طرح سے گرتے ہوئے بندہ کا ہاتھ تھام لیا، جو حضرت والا کا بندہ پر ایک ایسا احسان ہے جس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اسی کے ساتھ حضرت والا نے جس محبت وشفقت کے ساتھ بندہ کے ساتھ سلوک رکھا اور جو وقتاً فوقتاً ہمت باندھنے اور حوصلہ بڑھانے کے نسخے وقتاً فوقتاً تجویز کیے، ان سے بندہ کی ہمت بلند ہوئی اور ڈھارس بندھی رہی، جب تک حضرت والا کو ہمت رہی، تحریری طور پر حل طلب مسائل میں حضرت نے قدم قدم پر رہنمائی فراہم کی۔

جب بندہ جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی میں درس وتدریس وفتاویٰ نویسی کی خدمت میں مشغول تھا، تو جلال آباد جیسا تعلیمی وتربیتی ماحول میسر نہ آنے کی وجہ سے متعدد مرتبہ تعلیمی میدان سے وحشت محسوس ہوئی اوراس شعبے سے علیٰحدگی کا تقاضا ہوا، لیکن حضرت والا کے مفید مشورے اور نصائح وہدایات کی برکت سے اس قسم کے اقدام کی نوبت نہ آسکی...... حضرت والا کا قیام سال کے مختلف حصوں میں اسلام آباد اور کراچی میں رہتا، جب حضرت والا اسلام آباد میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت کی مصاحبت کی توفیق ہوجاتی۔

حضرت والا کے مشورے ہی سے شعبانُ المعظم ۱۴۱۹ھ، دسمبر ۱۹۹۸ء میں ادارہ غفران کا قیام عمل میں آیا، جس کے لیے حضرت والا نے مفید مشوروں کے علاوہ غیر رسمی سرپرستی سے بھی محروم نہیں فرمایا اور تاحال بحمداللہ تعالیٰ حضرت والا کی دعاؤں اور توجہات کا سلسلہ جاری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ تادیر قائم رکھیں اور صحت وعافیت عطا فرمائیں، حضرت والا کے حالات بندہ نے ''حالاتِ عشرت ومکتوباتِ مسیحُ الامت'' کے عنوان سے الگ کتابچہ میں مرتب کردیے ہیں۔

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

قصہ ایامِ سلف کا سنا کے تڑپا دے مجھے

کتاب وسنت کی اتباع کی اہمیت

سلف صالحین، اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس وقت تک کسی عمل یا قول کے اختیار کرنے پر جرأت نہیں کرتے جب تک کہ وہ اس کی حیثیت کو قرآن وسنت اور امت کے تعامل کی روشنی میں واضح طور پر سمجھ نہ لیں (یعنی ان دلائلِ شرع کی رُو سے اس قول یا فعل کا جواز ثابت نہ ہوجائے) امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی کام کا ارادہ فرماتے اور اس کے کر گزرنے کا پختہ عزم کر لیتے پھر ان سے کوئی کہتا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود ایسا کیا اور نہ دوسروں کو اس کا حکم دیا تو باوجود اس کام کے پختہ عزم کر لینے کے اس عمل سے رک جاتے، ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی کہ فلاں کپڑے بول عجاز سے رنگے جاتے ہیں (یعنی ایسے رنگ سے رنگے جاتے ہیں جس میں کسی جانور کا پیشاب بھی شامل کیا جاتا ہے) تو آپ نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو ان کپڑوں کے استعمال سے منع کرنے کا حکم دیں، تو کسی نے آپ سے عرض کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کپڑا خود بھی پہنا ہے اور آپ کے زمانے میں اوروں نے بھی ایسے کپڑے پہنے ہیں (جس سے معلوم ہوا کہ ان کپڑوں کا استعمال جائز ہے، اور مذکورہ بول عجاز والی بات یا تو ثابت نہیں تھی یا اس میں کوئی شرعی تاویل جاری ہوتی تھی) یہ سن کر آپ نے استغفار کیا اور اپنے ارادے سے باز آئے (یعنی بطور خلیفہ ان کپڑوں کے استعمال پر قانونی پابندی لگانے کے ارادے سے باز رہے)

اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا

اللہ والوں کے اخلاق میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ لوگ اپنے اور اپنی اولاد واحباب کے معاملے کو بکثرت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے تھے، ان کا اعتماد ہدایت کے معاملے میں خدا کے سوا کسی پر نہ ہوتا تھا وہ ہر معاملے میں اور ہر چیز کی طلب میں اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے تھے اور اس پر اعتماد سے غافل نہ ہوتے تھے (اور تدبیر کو تدبیر کی حد تک ہی رکھتے تھے)

Idara Ghufran

علم وعمل میں اخلاص

اللہ والوں کے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے علم اور عمل میں اخلاص کی خوب کثرت ہوتی ہے اور وہ اپنے علم وعمل میں ریاکاری اور دکھلاوا کے آجانے سے بہت ڈرتے تھے، وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص آخرت کے اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرتا ہے (ریاکاری کرکے یا دنیوی اغراض کو نیک اعمال سے مقصود بنا کر) خدا اس کے دل کو اوندھا کر دیتا ہے (جس کے نتیجے میں اس کی بصیرت، فراست اور فطرت کی سلامتی ختم ہو جاتی ہے اور وہ جو بھی چیز سمجھتا ہے صحیح کی بجائے اُلٹا سمجھتا ہے اور دوزخیوں کی فہرست میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے)۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کثرت سے اپنے نفس پر ان الفاظ سے عتاب فرماتے تھے ''اے نفس تو باتیں تو نیکوں، فرمانبرداروں اور عابدوں زاہدوں کی سی کرتا ہے، مگر کام فاسقوں، منافقوں اور ریاکاروں کے سے کرتا ہے، مخلص لوگوں کا تو یہ طور طریقہ نہیں ہوتا''

(دوستو! یہ وہی حسن بصری رحمہ اللہ ہیں جو تابعین میں سے ہیں، صوفیاء کے سارے سلسلوں کے امام اور سرخیل ہیں۔ چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی وغیرہ۔ سلسلے اوپر ان کی ذات میں جا کر ملتے ہیں)

ایک مرتبہ یونس بن عبید رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو حسن بصری کا سا عمل کرتا ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو ایسا بھی نہیں دیکھا کہ جو ان کی سی بات ہی کہتا ہو تو ایسا شخص کہاں سے دیکھ پاؤں گا جو ان کے سے کام کرتا ہو حسن بصری رحمہ اللہ کا وعظ اور نصیحت کی باتیں تو دلوں کو رُلاتی تھیں دوسروں کا وعظ تو آنکھوں کو بھی نہیں رُلاتا۔

یحیٰ بن معاذ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آدمی صاحبِ اخلاص کب بنتا ہے تو فرمایا کہ جب اس کی خصلت وطبیعت دودھ پینے والے بچے کی سی ہو جائے کہ اسے اس کی پرواہ نہ ہو کہ کون اس کی تعریف کرتا ہے اور کون مذمت۔

منافقت کو چھوڑنا اور اس سے بچنا

اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک خلق یہ بھی ہے کہ انکا ظاہر وباطن بالکل یکساں ہوتا ہے، اس وجہ سے ان میں سے کسی کا کوئی بھی عمل ایسا نہ ہوتا تھا جس کے سبب وہ کل قیامت کو رسوائی کا سامنا کریں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد رحمہ اللہ کو جو نصیحت اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ شریفہ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ عمر! خبردار ایسا نہ کرنا کہ ظاہر میں تو تُو خدا کا دوست ہو

اور باطن میں خدا کا دشمن کیونکہ جس کی ظاہری اور پوشیدہ حالت یکساں نہ ہو وہ منافق ہے اور منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اتنے روئے کہ انکی داڑھی تربتر ہوگئی۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے کہ جو دنیا کو آخرت والے اعمال کے ذریعہ سے کمائیں گے یہ لوگ نرمی میں بھیڑوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہوں گے (یعنی بظاہر اتنے نرم خُو ہوں گے جیسے بھیڑیں شکل وصورت میں غریب مسکین ہوتی ہیں) ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کے مانند ہوں گے (یعنی اپنی اصلیت و جبلت کے لحاظ سے پورے درندے ہونگے جہاں تک بس چلے اور موقعہ ملے تو نہ خدا کا خوف کریں نہ کسی مخلوق کی رُو رعایت کریں)

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے نیک اعمال کا بھی ایسا ہی پوشیدہ ذخیرہ کرو جس طرح تمہارے پاس بُرے کاموں، گناہوں کا مخفی ذخیرہ ہے (یعنی اپنے بُرے کرتوت اور بدعملیاں تو پوری طرح چھپا کے رکھتے ہو لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیتے تو نیک اعمال کی کیوں لوگوں کے سامنے نمائش کراتے ہو)

غیرتِ اسلامی

اللہ والوں کے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے دین کے حکموں میں سے کسی حکم کی تحقیر کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور شریعت کی حمایت کی وجہ سے وہ جوش وغیرت میں آتے ہیں اسی وجہ سے وہ کوئی کام جو کرتے ہیں یا کسی سے صحبت وتعلق جو اختیار کرتے ہیں تو اسی صورت میں جبکہ اس عمل میں خدا کی رضا ہو، اس لئے وہ کسی دنیوی غرض سے نہ کسی سے محبت رکھتے ہیں نہ عداوت ودشمنی کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ محض خدا کے لئے محبت اور خدا ہی کے لئے عداوت (یعنی الحب لِلّٰہ والبغض لِلّٰہ) ایمان کے دو مضبوط ستون ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو آدمی یہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ دوسرے سے اللہ ہی کے لئے محبت کرتا ہے اور خدا کی نافرمانی کے وقت اس دوسرے پر نکیر وناپسندیدگی نہیں دکھاتا، تو وہ اس دعوے میں جھوٹا ہے کہ وہ اس سے اللہ ہی کے لئے محبت رکھتا ہے۔

گھر والوں سے حُسنِ سلوک

اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء وتکلیف پر صبر کرتے اور سمجھتے ہیں کہ انکی بیویوں سے جس قدر مخالفتیں سرزد ہوتی ہیں وہ بدل ہوتی ہیں خدا کے ساتھ

ان کے معاملہ کی (یعنی چونکہ ان سے کبھی خدا کی مخالفت و نافرمانی ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی بیویوں کو ان کا مخالف کر دیتے ہیں تاکہ ان کو تنبیہ واحساس ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی مخالفت و نافرمانی سے بچیں تاکہ مخلوق خصوصاً بیوی ان کی مخالفت سے باز رہے)

حضرت خاتم اصم رحمہ اللہ اپنے گھر میں یوں رہتے تھے جیسے جانور بندھا ہوا ہو (کہ وہ بے اختیار رہوتا ہے) اگر کسی نے کچھ آگے رکھ لیا تو کھا لیا ورنہ خاموش بھوکے رہتے۔

حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ اپنی بیوی سے کہتے ہوتے تھے کہ اگر سارے بلخ والے میرے ساتھ ہوں (یعنی دنیا جہاں کے لوگ میرے موافق ومعتقد ہوں) اور ایک تو میرے خلاف ہو تو میں اپنے ہی کو نہیں بچا سکتا (اسی لئے حدیث شریف میں شوہر کی اطاعت گزار اور وفا شعار بیوی کو دنیا کی بڑی نعمت فرمایا گیا ہے، گھر سے آدمی آسودہ حال ہو تو وہ بادشاہ ہوتا ہے، خواہ ہر باہر فقیر ہی ہو)

تہجد پر مداومت وہمیشگی

اللہ والوں کے اخلاق میں یہ بات بھی ہمیشہ شامل رہی ہے کہ وہ گرمی ہو یا سردی ہر حال میں قیام اللیل (رات کی عبادت) کو معمول بنائے رکھتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ تم قیام اللیل کا التزام کرو کیونکہ اس میں بہت سے فائدے ہیں ایک یہ کہ وہ تم سے پہلے کے لوگوں کی سنت ہے، دوسرے یہ کہ وہ اللہ کی قربت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، تیسرے یہ کہ اس سے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، چوتھے یہ کہ وہ گناہوں سے روکتا ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ جسم کی بیماری کو دفع کرتا ہے۔

شب کے میدانِ کارزار میں مصلے کے پیٹھ کے ان شہسواروں میں سے ایک شیخ محمد بن عنان علیہ الرحمہ بھی تھے جن کا معمول ہر شب پانچ سو رکعت پڑھنے کا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ رات کو اُٹھتے اپنے خادم وشاگرد حضرت نافع سے پوچھتے، نافع کیا صبح ہوگئی؟ وہ فرماتے کہ نہیں اس پر آپ نماز پڑھنے کھڑے ہوجاتے، اور جب نماز سے فارغ ہوجاتے تو پھر پوچھتے نافع کیا صبح ہوگئی؟ وہ جواب دیتے کہ جی ہاں، تب آپ بیٹھ کر استغفار کرتے رہتے یہاں تک کہ فجر ہوجاتی (پھر آپ نماز پڑھتے)

سلف صالحین کی یہ حالت تھی کہ جو شخص تہجد نہ پڑھتا اس کو صورت دیکھ کر پہچان لیتے اور فرماتے میاں! ہم نے رات کو تمہیں خدا تعالیٰ کے دربار میں نہیں دیکھا جبکہ فلاں فلاں موجود تھے اور ان کو انعام دیتے۔

عبدالعزیز بن ابی داؤد علیہ الرحمہ کے لئے بستر بچھایا جاتا تو وہ اس پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے کہ اے بستر! تُو

بہت نرم ہے مگر میاں! جنت کے بستر تجھ سے زیادہ نرم ہیں (تجھ پر سو کر میں ان سے محروم نہیں ہونا چاہتا) یہ کہہ کر نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔

اللہ کی نیک بندی حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ کا معمول تھا کہ رات کو وضو کرتیں اور بدن پر خوشبو لگاتیں، پھر اپنے شوہر سے پوچھتیں کہ آپ کو میری ضرورت ہے اگر وہ کہہ دیتے کہ نہیں تو پھر صبح تک نماز میں کھڑی رہتیں اور فرماتیں کہ اے اللہ! لوگ سو گئے، ستارے چھپ گئے اور شاہانِ دنیا نے اپنے دروازے بند کر لئے مگر ایک آپ کا دروازہ ہے کہ بند نہیں ہوتا پس آپ مجھے معاف فرما دیجئے، پھر نماز کے لئے قدم برابر کرتیں اور فرماتیں کہ آپ کی عزت وجلال کی قسم، جب تک میں زندہ رہوں گی ہر شب صبح تک آپ کے سامنے یوں ہی کھڑی رہوں گی۔

ابوالجویریہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں چھ مہینے تک حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ اس طرح رہا کہ ایک دن کو بھی جدا نہیں ہوا مگر میں نے اس عرصہ میں نہیں دیکھا کہ کسی رات انہوں نے زمین سے پیٹھ لگائی ہو، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ عبادت کرنے والا دیکھا ہے اور نہ ان سے زیادہ زاہد و دنیا سے بے رغبت کوئی دیکھا ہے اور نہ ان سے زیادہ پرہیزگار دیکھا ہے۔ اللھم ارحم علیھم وارزقنا اتباعھم

عطار ہو؛ رومی ہو؛ رازی ہو کہ غزالی — کچھ ہاتھ آتا نہیں بے آہِ سحر گاہی

علامہ اقبال یکے از شب زندہ دارانِ عشق

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی — نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ — سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن — پرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

جوانوں کو میری آہِ سحر دے — پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے

تری دنیا جہانِ مرغ و ماہی — مری دنیا فغانِ صبح گاہی

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر — شریک وزمرہ لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں — مرے مولیٰ مجھے صاحبِ جنوں کر

پیارے بچو! ابو حافظ محمد فرحان خان

عقل مند وزیر

پیارے بچو! بہت پرانے زمانے کی بات ہے۔ایک باشاہ تھااس کے دربار میں ایک اس کا بہت نیک وزیر تھا ......نیک ہونے کی وجہ سے بادشاہ اس وزیر پر بہت اعتماد کرتا تھااوراس سے بہت محبت کرتا تھا...... بادشاہ کے سارے مصاحب اور وزراء اس لئے اس وزیر سے حسد کرنے لگے......اور سارے اس فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح اس وزیر کو بادشاہ کی نظروں سے گرایا جائے، پہلے زمانے میں درباری حضرات ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔جیسا کہ آج کل بھی لوگ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔بادشاہ کی ایک حادثہ میں انگلی کٹ گئی...... بادشاہ کو اس کی وجہ سے سخت تکلیف اور پریشانی تھی......وزیر جی جان سے بادشاہ سلامت کی دوادارو علاج معالجہ اور مرہم پٹی میں لگا رہتا اور رات دن بادشاہ کی تیمارداری اور خدمت میں مصروف اور مشغول رہتا اور ساتھ ساتھ بادشاہ سلامت کو حوصلہ اور تسلی بھی دلاتا کہ بادشاہ سلامت آپ کسی قسم کا اندیشہ اور غم نہ کریں اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور ہر فیصلے میں نتیجہ کے اعتبار سے خیر اور بھلائی ہی ہوتی ہے آدمی اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے اور صبر کرے تو اس بھلائی کو وہ پالیتا ہے......اس تکلیف میں بھی اللہ نے کوئی بہتری رکھی ہوگی، شاید کوئی بڑی پریشانی دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ چھوٹی تکلیف دے دی۔وزیر کی ان باتوں سے بادشاہ کو بڑا سکون اور اطمنان حاصل ہوتا اور وزیر کے ساتھ اس کا قرب اور زیادہ ہوا جس سے حاسدین کا حسد مزید بڑھا وہ بادشاہ کو وزیر سے بدگمان کرنے کے منصوبے بنانے لگے ...... چنانچہ وزیر کی عدم موجودگی میں دوسرے وزراء اور درباریوں نے بادشاہ کو اس وزیر کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا...... کہنے لگے بادشاہ سلامت آپ کی تکلیف سے یہ خوش ہوتا ہے، اسی لئے تو یہ کہا کہ اس میں کوئی بہتری ہوگی۔آپ کو تکلیف ہونا تو سراسر پریشانی کی بات ہے......اس میں کوئی بھلائی اور بہتری کی بات ہو ہی نہیں سکتی، آپ کو اس وزیر کی بدتمیزی کی سزا دینی چاہیئے۔

بادشاہ نے فوراً اس وزیر کو قید خانے ڈلوادیا......کچھ دنوں کے بعد بادشاہ اپنی فوج کے ساتھ شکار پر گئے جنگل بہت گھنا اور بیابان تھا بڑے بڑے خطرناک جانور اس جنگل میں رہتے تھے......کہ کسی جانور کا پیچھا

کرتے کرتے اپنی فوج سے بہت دور نکل گئے۔ وہاں پر خطرناک جنگلی لوگ رہتے تھے...... انہوں نے بادشاہ کو پکڑ کر موٹی موٹی رسیوں سے درخت کے ساتھ باندھ دیا...... وہ جنگلی لوگ اپنی عبادت کے وقت موٹا تازہ صحت مند انسان پکڑ کر اپنے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے (جنہیں وہ اپنا خدا سمجھتے تھے) اُس انسان کی قربانی دیا کرتے تھے...... بادشاہ نے سمجھایا کہ میں یہاں کا بادشاہ ہوں...... بہت ڈرایا، دھمکایا، کہ ابھی میری فوج آ جائیگی اور میں تم سب کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالوادوں گا مگر اس بادشاہ کی کسی نے ایک نہ سنی...... بادشاہ کا تھکاوٹ اور خوف کے مارے برا حال ہو چکا تھا، بھوک پیاس تو یہ سوچ کر ہی غائب ہو چکی تھی کہ نہ جانے یہ جنگلی لوگ کیا برتاؤ کرنے والے ہیں...... اللہ جانے آگے کیا ہونے والا ہے ؟
چاندنی رات تھی ہر طرف دھیمی دھیمی روشنی پھیلنے لگی...... رات جیسے جیسے گہری ہوتی گئی ہر طرف سے کالے کالے خطرناک جنگلی لوگ ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لے کر آنا شروع ہو گئے...... دیکھتے ہی دیکھتے کچھ ہی دیر میں ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا...... اور سب نے نشہ میں دُھت ہو کر ناچنا گانا شروع کر دیا...... شور غل مچاتے جب کافی رات گذر گئی اور محفل خوب گرم ہو گئی تو ان کا سردار آ گیا سب جنگلیوں نے اس کا پرتپاک استقبال کیا...... اس نے حکم دیا کہ قربانی کی تیاری کریں۔
سردار کے ساتھ ان کا مذہبی پیشوا (راہب) بھی آیا اس نے منتر پڑھنے شروع کئے...... اور بڑی تلوار ہاتھ میں لے کر قربانی کے لئے بندہ لانے کو کہا...... تبھی کچھ جنگلی لوگ اُس بادشاہ کو پکڑ کر قربانی کے لئے لے کر چل دئے...... موت بادشاہ کے سامنے تھی...... اس نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کر دیا...... ادھر راہب نے اپنے منتر پڑھ کر تلوار سنبھالی تاکہ قربانی کے لئے لائے گئے انسان کی گردن مارے...... بادشاہ نے خوف کے مارے اپنی آنکھیں موند لیں...... کہ اچانک اس راہب کی نظر بادشاہ کی کٹی ہوئی انگلی پر پڑی۔ اس نے کہا کہ اس کی قربانی نہیں لگے گی...... کیونکہ اس میں نقص ہے...... اس کی ایک انگلی کٹی ہوئی ہے۔ پھر صبح کو ان لوگوں نے بادشاہ کو رہا کر دیا۔ بادشاہ سو مشقتیں جھیل کر اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ جبکہ لشکر نے خود بھی بادشاہ سلامت کی تلاش میں جنگل کا چپہ چپہ چھان مارا تھا۔ بادشاہ کو پا کر لشکر میں جشن کا سماں ہو گیا اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ ہنسی خوشی اپنے محل میں لوٹ آیا...... یوں اللہ تعالیٰ نے اس کٹی ہوئی انگلی کی وجہ سے بادشاہ کی جان بخشی کرا دی...... اب بادشاہ کو بھی اچھی طرح احساس ہو چکا تھا کہ واقعی اللہ تبارک تعالیٰ کا کوئی بھی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا...... بلکہ ہر کام میں ہماری بھلائی ہی پوشیدہ ہوتی ہے مگر ہم اس کو سمجھ نہیں سکتے...... بادشاہ نے واپس آ کر سب سے پہلے اس وزیر کو جیل خانے

سے رہا کرنے کا حکم دیا اور اس کو دربار میں طلب کر کے بہت سارے انعام واکرام سے نوازا......جنگل میں آنے والے حادثہ کے بارے میں بتایا اور کہا کہ واقعی تم بالکل سچ کہتے ہو......اللہ کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے، دیکھو انگلی کٹی ہونے کی وجہ سے اللہ نے میری جان بچادی اور مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا......کہ میں نے ناحق ہی آپ کو جیل میں ڈالا......یہ بات سن کر وزیر نے کہا بادشاہ سلامت اس میں بھی بہتری اور بھلائی ہوئی......کیونکہ اگر بادشاہ سلامت مجھے قید نہ کرتے تو یقیناً میں بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ ہوتا اور جنگلی لوگ آپ کی بجائے مجھے قتل کر دیتے کیونکہ میرے تمام اعضاء صحیح سلامت ہیں......اس لئے اللہ نے مجھے قید میں ڈلوا کر میری بھی حفاظت فرمائی۔

تو پیارے بچو! ہم بھی چھوٹی چھوٹی سی پریشانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگ جاتے ہیں......اللہ تعالیٰ کے انعامات کی طرف سے ہماری نظر ہٹ جاتی ہے۔ دیکھو اگر ہم اپنے جسم پر ہی نظر ڈال کر دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کے کیا کیا انعامات نظر آئیں گے۔ ہم لاکھوں روپیہ خرچ کر کے بھی آنکھ، کان ناک حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ ہاتھ، پاؤں، دل، گردے......اللہ نہ کرے اگر کوئی ایک بھی خراب ہو جائے تو بڑی سے بڑی دولت بھی اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ ہمیں بھی ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے......اور یہ خیال کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں بہتری ہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی بری عادتوں سے حفاظت فرمائے اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۸ "اخبارِ عالم"﴾ ہمیں انفرادی اور اجتماعی طریقے سے اپنے اس طرح کے دشمنوں کو پہچاننے اور ان کی اس طرح کی سازشوں کا سدباب کرنا چاہئے **18 مارچ** : پاکستان: چیف جسٹس ودیگر جج 2 نومبر کی پوزیشن پر بحال، نوٹیفکیشن جاری پاکستان: سوات قاضی عدالتوں نے کام شروع کر دیا، قرض کی ادائیگی کے مقدمے کا فیصلہ **19 مارچ** : امریکہ: امریکا کا ڈرون حملے بلوچستان تک بڑھانے پر غور ارکانِ کانگرس کی مخالفت پاکستان: بلوچستان میں حملوں کی مخالفت کی جائے گی، پاکستان یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جب سے پاکستان کے ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے امریکہ کے ساتھ نام نہاد دشت گردی کے خلاف تعاون کے نام پر ملک کے وفا شعار عوام کو ہراساں کرنے کا سلسلہ شروع کیا اس وقت سے امریکی مطالبات کی فہرست روز بروز بڑھتی جارہی ہے اور ملک نہ صرف خارجی اعتبار سے روز بروز کمزور ہوتا جارہا ہے بلکہ داخلی اعتبار سے بھی حالات دگرگوں ہیں، کاش ہم ہوش کے ناخن لیں اور خود اپنا نفع اور نقصان پہچانیں، اور زبانی جمع خرچ کے بجائے عملی اقدامات کی طرف توجہ دیں **20 مارچ** : پاکستان: بجلی کی قیمتوں میں 2 روپے فی یونٹ اضافہ پاکستان: نااہلی فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست اعتراض لگا کر واپس ن لیگ نے فریق بننے کا فیصلہ کرلیا

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط ۷)

معزز خواتین! آج کل اکثر لوگوں میں یہ مرض بھی عام ہوتا جا رہا ہے کہ گناہ کرتے ہیں اور اس کو گناہ نہیں سمجھتے بلکہ سینہ زوری کے ساتھ مختلف حیلے بہانے کر کے اس کو جائز قرار دینے کی بے ہودہ اور ناکام کوشش کرتے ہیں یعنی گویا گناہ کر کے بھی نیک اور پارسا رہنا چاہتے ہیں گناہ بھی کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے گناہ کا گناہ ہونا بیان نہ کیا جائے بلکہ ان کے گناہ کو کسی حیلے بہانے سے جائز ہی کہہ دیا جائے خواہ اس ناجائز مقصد کے لئے قرآن وحدیث کے واضح احکام میں دور دراز کی کوئی باطل تاویل ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   ایں خیال ست و محال ست و جنوں

یوں تو اس طرح کے بہت سے گناہ ہیں اور ہر ہر گناہ کی سندِ جواز پیدا کرنے کے لئے بے شمار نفسانی وشیطانی حیلے بہانے لوگوں نے تراش رکھے ہیں جن کی بنیاد پر اپنے آپ کو طفلانہ تسلی دیے رکھتے ہیں اور ان کو بیان کرنے کی ضرورت بھی ہے لیکن ہمارا موضوع چونکہ پردے سے متعلق ہے اس لئے سر دست خاص طور پر پردے سے متعلق جو علمی و عملی غلط فہمیاں خواتین میں عموماً پائی جاتی ہیں صرف انہی غلط فہمیوں کو ذکر کر کے مسئلہ کی وضاحت تحریر کی جائے گی پھر چونکہ اس طرح کی غلط فہمیاں دراصل نفس وشیطان کی طرف سے دلوں میں پیدا ہوتی ہیں اور نفس وشیطان کا کام لوگوں کو فریب دے کر احکامِ خداوندی سے غافل کرنا ہے، ہی اس لئے ان غلط فہمیوں کو حیلے بہانے کے عنوان سے تحریر کیا جا رہا ہے۔

اپنے آپ کو شرعی احکام کا پابند نہ سمجھنے کا حیلہ

مسلمان اور کلمہ گو خواتین کی ایک بہت بڑی تعداد تو وہ ہے جو جہالت وغفلت کی وجہ سے نہ تو دینی احکام کا علم رکھتی ہیں اور نہ عمل کرنے کا جذبہ اور نہ ہی انہیں یہ احساس ہے کہ دینی احکام پر عمل کرنا ہماری ذمہ داری ہے وہ اپنے نزدیک گویا یہ سمجھتی ہیں کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ وصدقہ، تلاوت وذکر، شرم وحیا اور پردہ وغیرہ کے

احکام شاید ان کے لئے نازل ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ کسی اور مخلوق کے لئے نازل ہوئے ہیں۔

ایسی بہت ساری خواتین پردے کے معاملے میں بھی اسی طرح کی غلط فہمی میں ساری عمر مبتلا رہتی ہیں۔ پردہ کرتی ہی نہیں ہیں۔ بازاروں اور پارکوں میں بے پردہ بنی ٹھنی پھرتی ہیں اور غیر مسلم عورتوں کی نقل اتارنے پر اتراتی ہیں ایسی عورتوں نے تو طے کیا ہوا ہے کہ ہم کو پردہ کے اسلامی احکام پر عمل کرنا ہی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا معاشرے میں رواج اور فیشن ہوگا اسی طرح سے وہ اپنی وضع قطع اور سج دھج رکھیں گی ایسی خواتین کو سوچنا چاہئے کہ جب انہوں نے اسلام کا کلمہ (لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ) پڑھ لیا ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتی ہیں تو اب اسلامی احکام سے وہ کیسے غفلت اختیار کر سکتی ہیں اس لئے کہ کلمۂ اسلام پڑھ لینے سے تمام اسلامی احکام پر عمل کرنے کا اپنی زبان سے اقرار ہو گیا۔ کیونکہ کلمہ پورے دینِ اسلام کا ایک اجمالی عنوان ہے اور جب احکام پر چلنے کا اقرار ہو گیا تو اب نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور پردہ وغیرہ کے تمام اسلامی احکام پر عمل کرنا لازم ہو گیا۔

پردے کے احکام کو مولویوں کے احکام سمجھنے کا حیلہ

بعض خواتین جو دیندار سمجھی جاتی ہیں اور وہ خود بھی اپنے کو دیندار خیال کرتی ہیں پردے کے شرعی احکام پر عمل نہ کرنے کے باوجود دیندار اور پارسا کہلوانا چاہتی ہیں ان کو شیطان نے یہ حیلہ سجھا رکھا ہے کہ ٹھیک ہے پردہ بھی اسلام کا حکم ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت بھی ہے مگر قرآن وحدیث میں پردے کے احکام کے بارے میں اتنی سختی نہیں کی گئی جتنی آج کل کے مولوی مفتی بتاتے ہیں گویا وہ یہ سمجھتی ہیں کہ ہم نے نہ تو قرآن حدیث کے احکام کو جھٹلایا اور نہ ہی اسلام کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی بلکہ فقط مولویوں، مفتیوں کے سخت احکام کو چھوڑا ہے اس لئے ہماری دینداری میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اس حیلے کا جواب یہ ہے کہ علماء حق اور مفتیان کرام اپنی طرف سے کوئی بھی حکم تجویز کر کے یا گھڑ کرامت کے سر نہیں منڈھ دیتے اور نہ انہیں ایسا کرنے کا حق پہنچتا ہے اس لئے کہ وہ شریعت دان (یعنی شریعت کا علم رکھنے والے) ہوتے ہیں، شریعت ساز (یعنی شریعت بنانے والے) نہیں ہوتے۔

یہ حضرات قرآن وحدیث کی تشریحات اور اسلامی احکام کے تفصیلی علم کی بنیاد پر ہر حکم کی شرائط، اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بتا دیتے ہیں نیز مختلف صورتوں میں شریعت کا جو جو حکم منطبق ہوتا ہے اس کو واضح اور دو ٹوک انداز میں بیان کر دیتے ہیں جس کو جاہل لوگ علماء کا اپنا بنایا ہوا مسئلہ سمجھ لیتے ہیں۔

کالجوں، یونیورسٹیوں کے پروفیسر و لیکچرار اور پی ایچ ڈی کئے ہوئے ڈاکٹر حضرات چونکہ شریعت کا پورا علم نہیں رکھتے اس لئے واضح احکام اور جمہور علماء امت کے متفقہ مسائل دینیہ کو بھی مولوی کا خود ساختہ مسئلہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس شرعی حکم پر عمل کرنے کو جی نہ چاہتا ہو خاص اسی حکم کو مولوی کا خود ساختہ مسئلہ سمجھا جاتا ہے ورنہ نماز، روزہ، نکاح، طلاق وغیرہ کے بیسیوں مسائل ایسے ہیں جن پر اس طرح کے لوگ عمل کرتے ہیں وہ بھی مولویوں مفتیوں کے ہی بتلائے ہوئے ہیں لیکن چونکہ وہ اپنی نفسانی خواہش اور معاشرتی رسوم ورواج کے خلاف نہیں ہوتے اور ان احکام سے گریز کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا اس لئے ان کو فقط کسی مولوی مفتی کے بتا دینے پر بھی صحیح مان لیتے ہیں (ملاحظہ ہو حیلے اور بہانے ص ۱۳۵ و ص ۱۳۶ مؤلفہ حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ)

دل صاف ہونے کا حیلہ

بعض خواتین کو جب پردہ کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے تو وہ آگے سے یوں کہتی ہیں کہ اجی دل کا پردہ ہونا چاہیئے یا دل میں شرم وحیا ہونی چاہیئے۔ مطلب یہ کہ اگر دل میں شرم وحیا موجود ہے اور کسی کے سامنے بے پردہ ہونے سے مقصد اس کو برائی کی دعوت دینا یا بدکاری وغیرہ کیلئے مائل کرنا نہیں ہے تو پھر بے پردہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کہ دل میں شرم وحیا موجود ہو تو ظاہری جسم کو چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں نہ قرآن پاک میں ہے نہ کسی حدیث شریف میں اور نہ ہی چودہ سو سال کے مستند علماء کرام وفقہائے عظام میں سے کسی نے یہ مسئلہ کہیں بیان کیا ہے پھر اپنی طرف سے کوئی مسئلہ گھڑ لینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ یہ دراصل قرآن حدیث کے واضح احکام کے مقابلے میں اپنی نفسانی بات کو ترجیح دینا ہے جو بڑی خطرناک بات ہے

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں پردے کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں ان کا دارومدار نیت و ارادے پر نہیں رکھا گیا کہ بے پردہ ہونے سے ارادہ اور نیت اگر بدکاری کرنے کیلئے راہ ہموار کرنے کی نہ ہو تو پھر پردہ کرنے کوئی ضرورت نہیں بلکہ بہر صورت پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ کوئی بُرا ارادہ ہو یا نہ ہو

احکام کی ظاہری صورت کا پابند رہنا بھی ضروری ہے

تیسری بات یہ ہے کہ شرم وحیا ایک اندرونی کیفیت ہے اور اس کا ظہور کسی نہ کسی ظاہری شکل میں ہی ہوگا بلکہ شریعت کے تمام احکام میں اصل مقصود تو کوئی نہ کوئی اندرونی صفت ہی ہوتی ہے لیکن اس صفت کے

حصول کیلئے شرعاً جس ظاہری شکل کے اختیار کرنے کا حکم ہو اس کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہوتا ہے مثال کے طور پر نماز کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے :

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (سورہ طٰہٰ آیت ۱۴) یعنی میری یاد کیلئے نماز قائم کیجئے۔

گویا نماز قائم کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی یاد کا حصول ہوا اب اگر کوئی شخص کہنے لگے کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کی یاد ویسے ہی ہوتی ہے یا میں اکثر اوقات ذکر کرتا رہتا ہوں لہٰذا مجھے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں بس دل میں اللہ کی یاد ہونی چاہئے تو اس کا یہ کہنا غلط ہوگا اور دل میں یادِ خداوندی ہونے کے باوجود پانچ وقت کی نماز ادا کرنا اس پر فرض رہے گا اس لئے کہ شریعت کی نظر میں یہ ظاہری شکل (قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ) بھی مطلوب ہے ٹھیک اسی طرح اگر کسی خاتون کے دل میں شرم وحیا کی کیفیت موجود ہے اور اس کے دل میں اجنبی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے جیسا کوئی بُرا ارادہ بھی نہیں ہے تب بھی اس پر اپنے ظاہری جسم کو چھُپانا اور شرعی پردہ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ظاہری پردہ بھی شریعت کی نظر میں مطلوب ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ازواج مطہرات اور بناتِ طاہرات (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ بیبیوں اور پاکیزہ بیٹیوں جن کی سوچیں بھی پاک تھیں، خیالات بھی پاک تھے، ارادے بھی پاک تھے، ان) تک کو پردہ کرنے کا حکم قرآن مجید کے اندر بڑے اہتمام کے ساتھ دیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی (سورہ احزاب آیت ۳۳)

اور (آگے پردہ کے متعلق ارشاد ہے......) تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو (مراد اس سے یہ ہے کہ محض کپڑا اوڑھ لپیٹ کر پردہ کر لینے پر کفایت مت کرو بلکہ پردہ اس طریقہ سے کرو کہ بدن مع لباس نظر نہ آئے) اور قدیم زمانۂ جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو (جس میں بے پردگی رائج تھی گو بلا فحش ہی کیوں نہ ہو) (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ (سورہ احزاب آیت ۵۹)

یعنی اے پیغمبر! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچی کر لیا کریں اپنے (چہرے کے) اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا طریقہ یہ بیان فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ (راستہ دیکھنے کیلئے) کھلی رکھیں (ابن کثیر بحوالہ معارف القرآن ج ۷ ص ۲۳۳)

گناہ کر کے اپنے آپ کو گناہگار نہ سمجھنا

اس لئے بے پردگی کے گناہ سے بچنے کیلئے یہ حیلہ کافی نہیں بلکہ عذرِ گناہ بدتر از گناہ کی مثال ہے کیونکہ اس طرح کا عذر بیان کر کے یہ خواتین اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتیں حالانکہ گناہ میں مبتلا ہوتی ہیں۔اور گناہ میں مبتلا ہوتے ہوئے اپنے کو گنہگار نہ سمجھنا یہ زیادہ خطرناک ہے بخلاف اس صورت کے کہ انسان گناہ کر کے اپنے کو گنہگار سمجھے کیونکہ اس صورت میں توبہ کی امید ہوتی ہے جبکہ گنہگار نہ سمجھنے کی صورت میں توبہ کی امید نہیں ہوتی۔ (جاری ہے............)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۲ ''تاریخی معلومات''﴾

آپ ابن السماک کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۴۵، تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۳۰۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۴۴ھ**: میں حضرت ابوالفضل بکر بن محمد بن علاء قشیری بصری مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، فقہ مالکی پر آپ کی کئی تصانیف ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۹۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۴۷ھ**: میں حضرت ابوالحسین علی بن عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن زید بن ماتی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ماتی کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۵۶۷، تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۳۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۴۹ھ**: میں حضرت ابوالولید حسان بن محمد بن احمد بن ہارون نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ خراسان کے شیخ شمار ہوتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۹۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۴۹ھ**: میں حضرت ابویعقوب محمد بن احمد بن علی بن محمد بن ابراہیم بن یزید بن حاتم نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، مصر میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱ ص۳۲۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۳۵۰ھ**: میں حضرت ابوبکر عمر بن احمد بن ابو معمر اودی الصفار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۲۴۲)

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

نماز اور غیر نماز میں ٹوپی کا شرعی حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱)...... کیا ٹوپی پہننا حضورﷺ اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے؟

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ٹوپی کا عمامہ کے بغیر پہننا اور عمامہ کے بغیر ٹوپی میں نماز پڑھنا حضورﷺ اور صحابۂ کرام سے ثابت نہیں، اور حضورﷺ اور صحابۂ کرام سب مرد حضرات ہمیشہ عمامہ پہنا کرتے تھے، اور عمامہ پہن کر ہی ہمیشہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

اور حضورﷺ یا صحابۂ کرام سے ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

(۲)...... آج کل لوگوں میں کیونکہ ٹوپی پہننے کا رواج نہیں، اس لیے بہت سے لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں، اور جب ان کو ننگے سر نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ٹوپی پہننے کا کوئی ثبوت نہیں؟ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

ان سوالات کے مدلّل ومفصل جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

(۱)...... سر ڈھانپنا حضورﷺ، دیگر انبیائے کرام اور صحابۂ کرام وتابعین اور تبعِ تابعین اور تمام اولیاء وصلحاء کی سنت وعادت رہی ہے، اور اس کی بنیاد حیاء وغیرتِ انسانی پر ہے، اور سر ڈھانکنے میں جس طرح اللہ تعالیٰ سے حیا وغیرت کرنا پایا جاتا ہے، اسی طرح دوسرے انسانوں سے بھی حیا وغیرت کرنا پایا جاتا ہے، اور سر کا حصہ تمام قوموں میں دوسری قوموں سے ممتاز ہونے کے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے، اور سر کو جسم کے دوسرے حصوں پر انتہائی فضیلت حاصل ہے، اور حضورﷺ، انبیائے کرام اور صحابہ وتابعین واولیائے کرام سب نے اپنے طرزِ عمل سے حیاء وغیرت کرنے کا طریقہ بتلا دیا ہے، اور حضورﷺ اور صحابہ وتابعین سے سر پر عمامہ پہننا اور صرف ٹوپی پہننا دونوں ثابت ہیں، حضورﷺ اور صحابۂ کرام

وتابعینِ عظام ٹوپی کے اوپر عمامہ بھی پہنتے تھے، اور بعض اوقات عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے، اس لئے جس طرح ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا سنت اور سلفِ صالحین کا طریقہ ہے، اسی طرح بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہننا بھی سنت سے ثابت اور سلفِ صالحین کا طریقہ، اور صلحائے امت میں ہر دور میں (قرناً بعد قرنٍ) چلا آ رہا ہے، اور ٹوپی کے اوپر علماء وصلحاء کا مخصوص رومال پہننا بھی سنت سے ثابت ہے، اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہننے کو غلط یا خلافِ سنت کہنا یا ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننے کو ضروری یا لازم سمجھ لینا درست نہیں، حضور ﷺ اور صحابہ وتابعین سے مختلف قسم کی ٹوپیاں پہننا ثابت ہے؛ سر کے ساتھ چمٹی ہوئی ٹوپی بھی اور لمبی ٹوپی بھی اور کانوں والی ٹوپی بھی، اور سادہ کپڑے کی ٹوپی بھی، اور اونی اور گرم ٹوپی بھی، اور ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا بھی ثابت ہے، لیکن آج کل کی طرح ننگے سر رہنا سہنا اور پھرنا اور اسی حال میں نماز پڑھ لینا حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں، بلکہ یہ طریقہ مکروہ اور سنت کے خلاف ہے، اور مسلمانوں میں پہلے اس کا رواج نہ تھا، بلکہ بہت بعد میں یہ طریقہ مسلمانوں میں کافروں سے آیا ہے۔ لہٰذا حیاء وغیرت کا لحاظ کرتے ہوئے اور مسلمانوں کو اپنی شان وشوکت ظاہر کرنے اور دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے سر پر اسلامی طریقہ پر ٹوپی یا عمامہ پہننا چاہیے، اور ننگے سر پھرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

کیونکہ ننگے سر پھرنا اسلامی شان نہیں، بلکہ اسلامی شان کے خلاف اور بُری عادت ہے۔

پہلے حضور ﷺ کے ٹوپی پہننے سے متعلق چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قلنسوة بيضاء (اخلاق النبی لابی الشیخ اصبھانی، حدیث نمبر ۲۹۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: سفید ٹوپی پہننے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آگے آ رہی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹوپی پہننا آپ ﷺ کی سنت ہے، اور ننگے سر رہنا آپ ﷺ کی سنت نہیں۔

اور یہ حدیث عام ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے عمامہ کے ساتھ اور بغیر عمامہ کے دونوں طریقہ سے ٹوپی پہننے کو شامل ہے، اور اس کو عمامہ کے ساتھ مقید کرنے کا کوئی جواز نہیں، **كما سيجيئ۔**

(۲)......اور امام بیہقی اور ابنِ عدی رحمہما اللہ، حضرت ابراہیم تیمی سے، اور وہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أن رسول الله صلى الله عليه و سلم كان يلبس قلنسوة بيضاء (شعب الايمان، فصل فى العمائم، حديث نمبر ۶۲۵۹، الكامل لابن عدى ج۴ص ۲۰۹)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت میں بھی عمامہ کی قید کے بغیر لفظ ''کان'' کے ساتھ حضور ﷺ کے ننگے سر نہ رہنے اور ٹوپی پہننے کا ذکر ہے۔

(۳)......اور معجم کبیر میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَلْبَسُ كُمَّةً بَيْضَاءَ (معجم كبير طبرانى، حديث نمبر ۱۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے۔

اس حدیث میں بھی آپ ﷺ کے ٹوپی پہننے کا ذکر ہے، اور ٹوپی کے ساتھ عمامہ کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بعض اوقات عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

(۴)......اور ابنِ عساکر نے اپنی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أن النبى (صلى الله عليه وسلم) كان يلبس كمة بيضاء (تاريخ دمشق لابن عساكر ج۴ص ۱۹۳، السيرة النبوية، باب ماورد فى شعره وشيبه وخضابه الخ)

ترجمہ: بے شک نبی ﷺ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرصۂ دراز تک حضور ﷺ کی خصوصی خدمت کی، اور آپ کے بارے میں لمبی اور چست ٹوپی پہننے کی روایات بھی منقول ہیں (بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''باب البرانس'' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ٹوپی پہننے کی روایت پر ہی قائم کیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے)

اس حدیث سے بھی رسول اللہ ﷺ کا ٹوپی پہننا ثابت ہوا، اور اس حدیث میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ کی قید کا ذکر نہیں۔

(۵)......امام ابوشیخ اصبہانی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال :رأيت رسول الله ﷺ وعليه قلنسوة بيضاء شامية (اخلاق النبى لابى الشيخ اصبهانى، حديث نمبر ۲۹۸)

Idara Ghufran

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سفید شامی (یعنی سَر کے ساتھ ملی ہوئی) ٹوپی پہنی ہوئی تھی (ترجمہ ختم)

فائدہ: سفید لباس حضور ﷺ کو ویسے بھی پسند تھا، ٹوپی بھی لباس کا حصہ ہے، اور سفید ٹوپی پہننے کے بارے میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں عمامہ کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ننگے سر نہیں رہا کرتے تھے، اور حضور ﷺ جس طرح سر پر عمامہ پہنتے تھے، اسی طرح بعض اوقات بغیر عمامہ کے ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے۔

اور اس حدیث کو عمامہ کے ساتھ خاص کر کے یہ کہنے کی کوئی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ نے عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنی ہوئی تھی، بلکہ قرائن بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے کے ہیں، کیونکہ ٹوپی کے رنگ اور پوری کیفیت کو بیان کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ ٹوپی کسی چیز سے ڈھکی اور چھپی ہوئی نہیں تھی۔[1]

(۶)......اور ابو نعیم اصبہانی نے مسند ابی حنیفہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ:

قال : رأيت على رسول الله ﷺ قلنسوة خماسية طويلة (مسند ابی حنيفة، حديث نمبر ۱۷۹، الباب السادس عشر باب العين ، روايته عن عطاء بن ابی رباح)[2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر پر خماسی (یعنی گول) لمبی ٹوپی دیکھی (ترجمہ ختم)

---

[1] علاوہ ازیں حدیث میں ''وعلیہ'' کے الفاظ ہیں، جو سر کے اوپر ٹوپی؛ نہ کہ ٹوپی کے اوپر کسی اور چیز کے ہونے کے مقتضی ہیں۔

[2] بعض حضرات نے اس روایت کو ضحاک بن حجر کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بعض سندوں میں یہ راوی موجود نہیں، جبکہ ''مسند الحارثی'' میں ضحاک بن حجر کے بجائے ضحاک بن مخلد راوی ہیں۔

اور ضحاک بن مخلد ثقہ راوی ہیں، لہٰذا اس روایت کا مدار ضحاک بن حجر کے تفرد پر نہ ہوا۔

قال الاصبہانی:

تفرد به الضحاک ، عن أبی قتادة ،حدثنا محمد بن إسحاق القاضی ، ثنا الحسين بن يوسف الواسطی ، ثنا إسحاق بن شاهين ، ثنا خالد بن عبد الله ، ويزيد بن عبد الله ، قالا :ثنا أبو حنيفة ، ح وثنا أحمد بن إبراهيم البلدی ، بمثله (حواله بالا)

مسند حارثی کی حدیث کی مکمل سند مع متن درج ذیل ہے:

أخرجهُ الْحَارِثی، عَن قُتَيْبَةَ بُن الْفَضْل عَن زكريَا بُن يَحْيَى بُن الْحَارث، عَنْ مُحَمَّدِ بُنِ أَيُّوب عَن أَبِیُ أُسَامَةَ عَبُد اللهِ بُنِ مُحَمَّد الحلبی، عَن الضحاک بُن مخلد، عَن أَبِی قَتَادَة، عَنُهُ عَنْ عَطَاءٍ عَنُ أَبِیُ هُرَيُرَةَ قَالَ كَانَ لِرَسُوُل اللهِ صلی اللّٰهُ وسلم، قلنسوة شامية بيضاء (جامع 198 :1)(ماخوذ از :حاشية مسند امام اعظم ، لمحمد عبد الشهيد النعمانی، ، الباب السادس عشر باب العين ،الناشر :مجمع البحوث الإسلامية،الجامعة الإسلامية العالمية ، إسلام آباد)

Idara Ghufran

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضورﷺ ننگے سر نہیں رہا کرتے تھے، اور ٹوپی وغیرہ اوڑھ کر رہتے تھے، لمبی اور چپٹی ٹوپی پہننے کے مضمون کی اور بھی کئی حدیثیں وارد ہیں، اس حدیث سے گول ٹوپی پہننے کا سنت ہونا ثابت ہوا۔ اس حدیث سے حضورﷺ کا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا معلوم ہوا۔

(۷)......حضرت عطاء حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث قلانس : قلنسوة بيضاء مصرية ، وقلنسوة برد حبرة ، وقلنسوة ذات آذان ، يلبسها في السفر ، وربما وضعها بين يديه إذا صلى (اخلاق النبی لابی الشیخ اصبهانی حدیث نمبر ۳۰۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہﷺ کی تین ٹوپیاں تھیں، ایک سفید مصری (یعنی سر کے ساتھ ملی ہوئی چھوٹی) ٹوپی، دوسری روئی کے سِلے ہوئے کپڑے کی (کچھ بڑی) ٹوپی، تیسری کانوں والی ٹوپی، جسے سفر میں استعمال فرماتے تھے، اور بعض اوقات (ضرورت پڑنے پر) اس کو نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے (سترہ کی غرض سے) رکھ لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حضورﷺ حسبِ موقع وحسبِ موسم تین قسم کی ٹوپی استعمال فرماتے تھے، ایک سفید چپٹی یعنی سَر کے ساتھ ملی ہوئی پتلے کپڑے کی ٹوپی، دوسری روئی کی سِلی ہوئی گرم ٹوپی، اور تیسری ٹوپی لمبی جو کہ کانوں والی تھی، جس سے سردی اور ہوا وغیرہ کے وقت کان بھی ڈھک جاتے تھے۔

اس تیسری ٹوپی کو عربی میں برنس بھی کہا جاتا ہے، اور صحابۂ کرام سے ایسی ٹوپی پہننا کثرت سے ثابت ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے...... جب آپﷺ سفر میں نماز پڑھتے اور سامنے کوئی اور سترہ نہ ہوتا، تو دوسروں کو نماز کے سامنے سے گزرنے سے آگاہ کرنے کے لیے لمبی کان والی ٹوپی کو سترہ بنالیا کرتے تھے۔

ممکن ہے کہ اس وقت سر پر دوسری ٹوپی ہوتی ہو، یا عمامہ ہوتا ہو، کیونکہ ننگے سر نماز پڑھنے کا اس روایت میں ذکر نہیں......اور ننگے سر نماز پڑھنا ویسے بھی پسندیدہ عمل نہیں، جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپﷺ سفر اور حضر میں ٹوپی پہن کر رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اور ننگے سر رہنے کے عادی نہیں تھے......اس حدیث میں بھی ٹوپی کو عمامے کے ساتھ پہننے کی قید مذکور نہیں۔

لہٰذا یہ حدیث اپنے عموم اور اطلاق کے ساتھ عمامہ کے ساتھ اور عمامہ کے بغیر دونوں طریقے سے ان ٹوپیوں کے پہننے کو شامل ہے۔

Idara Ghufran

(۸)......حضرت جریر بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، اور میں نے عرض کیا کہ مجھے حضور ﷺ کی کسی بات کی خبر دیجئے، تو حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولہ قلنسوۃ طویلۃ ، لھا أذنان ، وقلنسوۃ لاطیۃ (اخلاق النبی لابی الشیخ اصبھانی، حدیث نمبر ۳۰۱)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کی ایک لمبی ٹوپی تھی، جس کے دونوں طرف کان تھے، اور آپ کی ایک ٹوپی سر کے ساتھ چپکی ہوئی تھی (ترجمہ ختم)

فائدہ: جب ایک انسان کی دوسرے پر نظر پڑتی ہے، تو سب سے پہلے اوپر کے حصہ پر نظر جاتی ہے، اور سر وچہرہ کی حالت اچھی طرح محفوظ ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر صحابی نے بھی حضور ﷺ کے ٹوپی پہننے کا ذکر فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ ٹوپی پہن کر رکھنے کے عادی تھے، ننگے سر رہنے کے عادی نہیں تھے، حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ ایک ٹوپی تو لمبی یعنی دونوں طرف کانوں والی تھی، جس سے دونوں طرف کے کان ڈھک جاتے تھے، اور سردی وغیرہ سے حفاظت رہتی تھی (اور اس کو عربی میں ''برنس'' بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ آج کل ''کان ٹوپ'' نام کی ٹوپی ہوتی ہے)

اور دوسری ٹوپی چپٹی تھی، جو سر کے ساتھ چپکی اور ملی ہوئی رہتی تھی، اور وہ کانوں تک نہیں پہنچتی تھی، جیسا کہ آج کل علماء وصلحاء اور نیک لوگ کثرت سے پہنتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ کا ذکر نہیں، اور بغیر عمامہ کی قید کے ٹوپی پہننے کو شامل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ اور عمامہ کے بغیر دونوں طرح ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

(۹)......ابنِ عساکر اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

أن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کانت لہ کمۃ بیضاء (تاریخ دمشق لابن عساکر ج۴ص ۱۹۳، السیرۃ النبویۃ،باب ماورد فی شعرہ وشیبہ وخضابہ الخ)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کی ایک سفید چپٹی (یعنی سر کے ساتھ ملی ہوئی) ٹوپی تھی

(۱۰)......اور ابنِ عساکر اپنی ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

کان لرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قلنسوۃ بیضاء لاطئۃ یلبسھا (تاریخ دمشق لابن عساکر ج۴ص ۱۹۳، السیرۃ النبویۃ،باب ماورد فی شعرہ وشیبہ وخضابہ الخ)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہﷺ کی ایک سفید سر کے ساتھ چپکی ہوئی ٹوپی تھی، جسے آپ پہنا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے پہلی روایت میں ٹوپی پہننے کا صراحتاً ذکرنہیں تھا،مگراس روایت میں رسول اللہﷺ کے ٹوپی پہننے کاصراحتاً ذکرہے،اوراگلی روایت میں بھی صراحتاً ذکر ہے۔

اورعمامہ کاذکرنہیں،اس لیے یہ حدیث بھی عمامہ کی قید کے ساتھ مشروط نہیں۔

(۱۱)......اورخطیب بغدادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم قلنسوة بيضاء لا طية يلبسها (المتفق والمفترق للخطيب البغدادى حديث نمبر ۱۲۵۵)

ترجمہ: رسول اللہﷺ کی ایک سفید سر کے ساتھ چپکی ہوئی ٹوپی تھی، جسے آپ پہنا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

(۱۲)......ابوالشیخ اصبہانی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يلبس من القلانس فى السفر ذوات الآذان ، وفى الحضر المشمرة ، يعنى الشامية (اخلاق النبى لابى الشيخ اصبهانى، حديث نمبر ۲۹۹)

ترجمہ: نبیﷺ سفرمیں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے،اورحضر(یعنی قیام کی حالت میں) چپٹی یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں کانوں والی ٹوپی کا بھی ذکر ہے،جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۱۳)......اورمحی السنۃ حسین بن مسعود بغوی(متوفیٰ۴۳۲ھ)اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ:

أن النبى ﷺ كان يلبس من القلانس فى السفر ذوات الأذنين وفى الحضر المشمرة يعنى الشامية (الأنوار فى شمائل النبى المختار حديث نمبر ۷۹۶)

ترجمہ: نبیﷺ سفرمیں دوکانوں والی ٹوپی پہنتے تھے،اورحضر(یعنی قیام کی حالت میں) چپٹی یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضورﷺ کے سفروحضرمیں ٹوپی پہننے کے ذکر سے معلوم ہوا کہ آپ

Idara Ghufran

ﷺ سفر وحضر میں ننگے سر رہنے سہنے کے عادی نہیں تھے، اور ٹوپی پہنے رکھنے کے عادی تھے۔

سفر میں ہوا اور سردی اور گرد وغبار وغیرہ سے حفاظت کے لیے کانوں والی لمبی ٹوپی پہنا کرتے تھے، جسے عربی میں ''برنس'' کہا جاتا ہے، اور جب حضر میں ہوتے تو چھوٹی اور سر کے ساتھ چمٹی اور جڑی ہوئی ٹوپی پہنا کرتے تھے، یہ ساری تقسیم آپ ﷺ کے تمام کاموں کے منظّم ہونے کی وجہ سے تھی۔

اس حدیث میں بھی سفر اور حضر میں ٹوپی کے ساتھ عمامہ کی قید نہیں......لہٰذا یہ حدیث بھی سفر وحضر میں عمامہ کے ساتھ اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے بلکہ لفظِ ''کان'' کے ساتھ بکثرت پہننے کو شامل ہے۔

(۱۴)......اور خطیب بغدادی اپنی ایک سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

أن النبی ﷺ كان يلبس من القلانس ذات الآذان (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب بغدادی حدیث نمبر ۸۹۶)

ترجمہ: نبی ﷺ لمبی کانوں والی ٹوپی (برنس) پہنتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۵)...... اور ابو القاسم تمام بن محمد رازی (متوفیٰ ۴۱۴ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

أن النبی صلی اللہ علیه وسلم كان يلبس من القلانس ذات الآذان (الفوائد لتمام الرازی حدیث نمبر ۱۰۱۱)

ترجمہ: نبی ﷺ لمبی کانوں والی ٹوپی (برنس) پہنتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں بھی ٹوپی کا بغیر کسی قید وشرط کے پہننا ثابت ہوا، لہٰذا یہ حدیث بھی عمامہ کے ساتھ اور عمامہ کے بغیر دونوں طریقوں سے ٹوپی پہننے کو شامل ہے۔

(۱۶)......حضرت عکرمہ بن عمار حضرت ابی سلیط رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ رَأَى عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَلَنْسُوَةً أَسْمَاطٍ لَهَا أُذُنَانِ، قَدْ ثَقَبَ لَهُمَا جُحْرَانِ فِي أُذُنَيْهِمَا (الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم ج۳ ص ۱۷۹ تحت حدیث رقم ۱۶۸۳)

ترجمہ: حضرت ابو سلیط رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سر پر اونی کانوں والی ٹوپی دیکھی، جس کے کانوں میں آر پار دو سوراخ تھے (ترجمہ ختم)

(۱۷)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

رَأَيْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَلَنْسُوَةً أَسْمَاطٍ لَهَا أُذُنَانِ قَدْ نَقَبَ لَهُمَا جُحْرَانِ

Idara Ghufran

فِی أُذُنَیُهِمَا(الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم ج۵ ص۳ تحت حدیث رقم ۲۸۰۱)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر پر اونی کانوں والی ٹوپی دیکھی، جس کے کانوں میں آر پار دو سوراخ تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ننگے سر نہ رہتے تھے اور ٹوپی پہن کر رکھتے تھے اور حضور ﷺ نے اون کی گرم ٹوپی استعمال فرمائی ہے، اور کانوں کو ڈھانکنے والی ٹوپی بھی استعمال فرمائی ہے، جسے برنس کہا جاتا ہے، اور سوراخ والی ٹوپی بھی استعمال فرمائی ہے۔

اس حدیث میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ کو دیکھنے کی کوئی قید وصفت مذکور نہیں۔

مذکورہ متعدد صحابۂ کرام کی احادیث سے حضور ﷺ کا مختلف قسم کی ٹوپیاں استعمال کرنا معلوم ہو چکا، اور ان میں سے بعض روایات سند کے لحاظ سے ضعیف بھی ہوں، تو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر حسن درجہ حاصل کر لیتی ہیں، اور اگر بالفرض کوئی روایت شدید ضعیف بھی ہو، تو اس کے تائیداً واستشہاداً اور اس مسئلہ کی شریعت میں اصل ہونے کے متعلق قبول کرنے میں تو کوئی مانع نہیں ہے۔

(۱۸)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُولَ اللَّهِ مَا یَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنْ الثِّیَابِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِیلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا یَجِدُ نَعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسْ خُفَّیْنِ وَلْیَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنْ الْكَعْبَیْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنْ الثِّیَابِ شَیْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ أَوْ وَرْسٌ (بخاری، باب مالایلبس المحرم من الثیاب،حدیث نمبر ۱۴۴۲، واللفظ لهٔ؛ مسلم، موطأ امام مالک)

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول محرِم (حالتِ احرام میں) کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ قمیص پہن سکتا، اور نہ عمامے پہن سکتا، اور نہ شلواریں پہن سکتا، اور نہ ٹوپیاں پہن سکتا، اور نہ موزے پہن سکتا، مگر جس شخص کو جوتے میسر نہیں تو وہ موزے اس طرح پہن لے کہ ان دونوں کے ٹخنوں سے نیچے سے (اوپر کا حصہ) کاٹ دے، اور نہ ایسا کوئی کپڑا پہنے جس کو زعفران یا ورس (ایک خاص خوشبو والا رنگ) لگا ہوا ہو (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور صحابۂ کرام، عمامہ اور ٹوپی پہننے کا اہتمام کرتے تھے، جس طرح سے قمیص وغیرہ پہننے کا اہتمام کرتے تھے، اسی لئے حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں ٹوپی اور

عمامہ سب کے پہننے سے منع فرمایا، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ عمامے کے بغیر خالی ٹوپیاں پہننا بھی حضورﷺ کے زمانے میں رائج تھا (جس کا ذکر پیچھے صریح احادیث وروایات میں گزر چکا ہے، اور آگے بھی آرہا ہے) اسی لئے آپﷺ نے احرام کی حالت میں مستقل طور پر ٹوپی پہننے سے منع فرمایا، اور عمامہ کو پہننے سے الگ منع فرمایا۔

(۱۹)......حضرت فضالۃ بنتِ عبید انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ میں نے رسول اللہﷺ سے سُنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ:

الشهداء أربعة ، فرجل مؤمن جيد الإيمان لقى العدو فصدق الله حتى يقتل، فذلك الذى يرفع الناس إليه أعينهم يوم القيامة ، قال :فرفع رأسه حتى سقطت قلنسوته عن رأسه أو عن رأس عمر فهذا فى الدرجة الأولى ، ورجل مؤمن إذا لقى العدو فكأنما يضرب جلده بشوك الطلح من الجبن أصابه سهم غرب ، فقتله فهذا فى الثانية ، ورجل مؤمن خلط عملا صالحا ، وآخر سيئا لقى العدو فقاتل حتى قتل ، فهذا فى الدرجة الثالثة ، ورجل مؤمن قرف على نفسه من الذنوب والخطايا لقى العدو ، فقاتل حتى يقتل فهذا فى الدرجة الرابعة (مسند عبد بن حميد، حديث نمبر۲۷، واللفظ لهٗ، مسنداحمد حديث نمبر ۱۴۰، مسند البزار حديث نمبر ۲۴۶،مسند أبى يعلى الموصلى حديث نمبر ۲۳۶، شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۳۹۵۷)

ترجمہ: شہید چار قسم کے ہیں: ایک آدمی تو وہ ہے کہ جس کا ایمان بڑا عمدہ (یعنی کامل وخالص) ہے (گناہوں سے بچتا ہے، اور نیک اعمال کرتا ہے) وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی (یعنی اپنی ذمہ داری یا شہادت پر ملنے والے اجر وانعام کی) تصدیق کرتے ہوئے (دشمنوں سے قتال کرتے کرتے اور صبر کا دامن پکڑے ہوئے) شہید ہوجاتا ہے، پس یہ وہ (اعلیٰ مقام والا شہید) ہے کہ قیامت کے دن اس (بلند مقام) کی طرف لوگ اپنی نظریں اٹھا کر دیکھیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ بات کہتے ہوئے (شہید کے مقام کی رفعت وبلندگی بیان کرنے کے لیے سَر اوپر اُٹھا کر اشارہ کیا، تو) حضورﷺ کے سر مبارک یا حضرت عمر کے سر سے (راوی کو اس میں شک ہے) ٹوپی گرگئی، تو یہ پہلے درجے کا شہید ہے۔

اور ایک آدمی وہ ہے جو مومن ہے، جب وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ ڈر کی وجہ سے ایسا ہوجاتا ہے، گویا کہ اس کی جلد پر عضاۃ نامی کانٹے دار درخت کا کانٹا چبھ گیا، اس کو کسی کا تیر آکر لگا اور وہ شہید ہوگیا، تو یہ دوسرے درجے کا شہید ہے۔ اور ایک آدمی وہ ہے جو مومن ہے، لیکن اس نے نیک اور برے ملے جلے اعمال کئے ہیں، اس کا دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے، تو یہ قتال کرتا ہے، یہاں تک کہ شہید ہوجاتا ہے، تو یہ تیسرے درجے کا شہید ہے۔ اور ایک آدمی وہ ہے جو مومن ہے، جس نے اپنے نفس پر گناہ اور خطاؤں کی کثرت کی ہے، اس کا دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے، تو وہ قتال کرتا ہے، یہاں تک کہ شہید ہوجاتا ہے، پس یہ چوتھے درجے کا شہید ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے جہاں ایک طرف شہیدوں کے ان کے ایمان واعمال کے اعتبار سے چار درجے معلوم ہوئے، اُسی کے ساتھ حضورﷺ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر سے ٹوپی گرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورﷺ اور خلفائے راشدین بعض اوقات عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننے پر بھی اکتفاء فرمایا کرتے تھے اس حدیث میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ گرنے کا ذکر نہیں، اور کوئی احتمال اپنی طرف سے پیدا کر کے عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔

(۲۰)......حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَسَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بُرْنُسًا وَقَالَ الْبَسْهُ (المعجم الکبیر، حدیث نمبر ۲۴۵۷)

ترجمہ: مجھے رسول اللہﷺ نے برنس (لمبی ٹوپی) پہنائی، اور فرمایا کہ اسے پہن لیجیے۔

فائدہ: اس روایت میں ٹوپی کے لیے ''برنس'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جس کی جمع برانس آتی ہے، برنس کا استعمال صحابۂ کرام سے کثرت کے ساتھ ثابت ہے...... اور بعض روایت میں ٹوپی کے لیے ''قلنسوۃ'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں......عربی میں دونوں الفاظ ''ٹوپی'' کے لیے بولے جاتے ہیں۔ البتہ ''برنس'' لمبی ٹوپی کو کہا جاتا ہے، خواہ وہ اوپر کی طرف کو لمبی ہو، یا کچھ نیچے کی طرف بھی لٹکی ہوئی ہو (جیسا کہ ٹوپا، اور کان ٹوپ وغیرہ) اور بعض اوقات برنس ایسی ٹوپی کو بھی کہا جاتا ہے، جس کے ساتھ نیچے کی طرف کچھ اور کپڑا بھی جڑا ہوا ہو، اور اس سے سردی وگرمی سے حفاظت ہوتی ہو۔

اور آج کل جو علماء وصلحاء چھوٹی ٹوپی کے اوپر رومال پہنتے ہیں، اس کو بھی برنس کہنا درست ہے۔

اس حدیث میں ٹوپی پہنانے کا ذکر ہے، عمامہ کا ذکر نہیں، اور نہ ہی ٹوپی کے اوپر عمامہ پہنانے کا ذکر ہے،

اوراس عام کوخاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں......لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ نے خودٹوپی پہننے کے ساتھ بعض صحابہ کوبھی اپنی طرف سے اہتمام کے ساتھ ٹوپی پہنائی ہے۔

اور جس طرح خودٹوپی پہننا سنت ہے،اسی طرح دوسرے کوٹوپی پہنانا بھی سنت ہے۔

(۲۱)......حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"أَتَيۡتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِى الشِّتَاءِ فَوَجَدۡتُهُمۡ يُصَلُّونَ فِى الۡبَرَانِسِ وَالۡأَكۡسِيَةِ وَأَيۡدِيَهِمۡ فِيهَا" (المعجم الكبير للطبرانى، حديث نمبر ۱۵۲۵۵)

ترجمہ: میں نبیﷺ کی خدمت میں سردی کے موسم میں حاضر ہوا،تو میں نے صحابۂ کرام کودیکھا کہ وہ لمبی ٹوپیوں اورچادروں میں نماز پڑھتے تھے،اوران کے ہاتھ چادروں کے اندر رہتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام سردی کی وجہ سے نماز میں لمبی ٹوپیاں اور چادریں پہنتے تھے،اور سردی کی وجہ سے اپنے ہاتھ چادروں کے اندر رکھتے تھے۔اس حدیث میں صحابۂ کرام کا ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کا واضح طور پر ذکر ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام ٹوپی پہن کرنماز پڑھا کرتے تھے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننا بھی سنت ہے،اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہن کرنماز پڑھنا مکروہ نہیں۔اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔ [۱]

(۲۲)......حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ہی ابوداؤد میں اس طرح روایت ہے کہ:

رَأَيۡتُ النَّبِىَّ -صلى الله عليه وسلم- حِينَ افۡتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيۡهِ حِيَالَ أُذُنَيۡهِ -قَالَ- ثُمَّ أَتَيۡتُهُمۡ فَرَأَيۡتُهُمۡ يَرۡفَعُونَ أَيۡدِيَهُمۡ إِلَى صُدُورِهِمۡ فِى افۡتِتَاحِ الصَّلاَةِ وَعَلَيۡهِمۡ بَرَانِسُ وَأَكۡسِيَةٌ (سنن أبى داود، حديث نمبر ۷۲۸)

ترجمہ: میں نے نبیﷺ کو دیکھا کہ جس وقت آپ نے نمازشروع فرمائی تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کاندھوں تک اٹھائے، حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ پھر میں دوسری مرتبہ (حضورﷺ اورصحابۂ کرام کی خدمت میں) حاضر ہوا،تو میں نے صحابۂ کرام کودیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت (سردی کی وجہ سے) اپنے ہاتھ اپنے سینوں تک اٹھاتے تھے،اوران کے سروں پراس وقت لمبی ٹوپیاں ہوتی تھیں،اورانہوں نے چادریں اوڑھ رکھی ہوتی تھیں۔

---

[۱] قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد،جزء۲ صفحه ۵۱)

فائدہ: معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام ٹوپی پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے اور بسا اوقات عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر بھی نماز پڑھا کرتے تھے، جس طرح عمامہ پہن کر بھی نماز پڑھا کرتے تھے، اور دونوں طریقے سنت ہیں، کوئی ایک طریقہ بھی خلافِ سنت نہیں، البتہ ننگے سر نماز پڑھنا سنت کے خلاف ہے۔

(۲۳)......اور ابنِ قانع اپنی سند سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کرتے ہیں کہ:

أتيت النبي ﷺ فرأيتهم يصلون في الأكسية والبرانس ، أيديهم فيها من البرد (معجم الصحابة لابن قانع حديث نمبر ۱۳۷۲)

ترجمہ: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے (حضور ﷺ اور صحابۂ کرام) کو دیکھا کہ وہ چادریں اوڑھنے اور ٹوپیاں پہننے کی حالت میں نماز پڑھ رہے تھے، اور ان کے ہاتھ چادروں کے اندر ہیں سردی کی وجہ سے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مذکورہ تینوں روایتوں میں چادروں کے لیے ''اکسیۃ'' اور ٹوپیوں کے لیے ''برانس'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام چادریں بھی پہنے ہوئے تھے، اور ٹوپیاں بھی۔

لٰہذا جو حضرات یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام سے عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی میں نماز پڑھنے کا ثبوت نہیں، اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا سنت نہیں۔ اُن کا یہ موقف درست نہیں ہے۔

(۲۴)......امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهِ

(بخاری، بَاب السُّجُودِ عَلَى الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ)

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ قوم (یعنی صحابۂ کرام زمین کے گرم ہونے کی صورت میں) عمامہ پر اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب گرمی کی شدت کی وجہ سے زمین گرم ہوتی تھی تو صحابۂ کرام عمامہ پر اور ٹوپی پر سجدہ کیا کرتے تھے، اور ہاتھ بھی آستین کے اندر کپڑے میں رکھے ہوئے زمین پر رکھتے تھے

اور یہ گرمی کی وجہ سے تھا اور مجبوری کی حالت میں ایسا کرنا جائز ہے۔

جو صحابہ عمامہ پہنے ہوئے ہوتے وہ عمامہ کا کپڑا اور جو ٹوپی پہنے ہوئے ہوتے، وہ ٹوپی کا کپڑا زمین کے ساتھ حائل کر کے سجدہ کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابۂ کرام ٹوپی پہن کر اور بعض عمامہ پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

Idara Ghufran

جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی آگے آنے والی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ [۱]

(۲۵)......امام منذر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

وقال النخعي في البرانس والطيالسة :رأيتهم يصلون فيها ، ولا يخرجون أيديهم (الاوسط لابن المنذر، ذكر اختلاف اهل العلم فيمن صلى الخ)

ترجمہ: اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کو لمبی ٹوپیوں اور چادروں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور وہ ہاتھ باہر نہیں نکالتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام ننگے سر نماز نہیں پڑھتے تھے، اور اس روایت میں ٹوپیوں کا ذکر ہے، مگر عمامہ کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام بغیر عمامہ کے ٹوپی پہن کر نماز بھی پڑھا کرتے تھے۔ [۲]

(۲۶)......اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت مغیرہ، حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

كانوا يصلون في مساتقهم وبرانسهم وطيالسهم ما يخرجون أيديهم منها قلنا له ما المستقة قال هي جبة يعملها أهل الشام ولها كمان طويلان ولبنها على الصدر يلبسونها ويعقدون كميها إذا لبسوها (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل يسجد ملتحفا لا يخرج يديه)

ترجمہ: صحابۂ کرام اپنے مساتق (کشادہ آستینوں والے جبوں) میں اور اپنی ٹوپیوں میں اور اپنی چادروں میں نماز پڑھا کرتے تھے، اور اپنے ہاتھ باہر نہیں نکالتے تھے۔

(حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ) ہم نے حضرت ابراہیم نخعی سے عرض کیا کہ مستقہ کیا ہوتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایسا جبہ ہوتا ہے جو شام کے لوگ بناتے ہیں، اور اس کی آستینیں لمبی ہوتی ہیں، اور اس کا درمیان سینہ پر ہوتا ہے، صحابۂ کرام ان کو پہنتے تھے اور اس کی آستینوں کو پہننے کے بعد بند کرلیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام نماز میں ٹوپیاں پہنا کرتے تھے۔

---

[۱] اس روایت کا مطلب اگرچہ بعض محدثین نے عمامہ وٹوپی کے مجموعہ پر سجدہ کرنا بتلایا ہے، لیکن حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (جلیل القدر تابعی) سے صحابۂ کرام کا عمامہ کے بغیر ٹوپی میں بھی نماز پڑھنے کا ثبوت ہے، اس لئے ہم نے مندرجہ بالا روایت کو عموم پر محمول کیا ہے۔

[۲] اذا قال التابعي كانوا يفعلون كذا وكانوا يقولون كذا، ولايرون بذالك بأسا فالظاهر اضافتهٔ الى الصحابة الا ان يقوم دليل على غير ذالك وهذا ظاهر بالتتبع (قواعد فى علوم الحديث صفحه ۱۲۸)

(۲۷)......اورامام بیہقی رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

کَانُوا یُصَلُّونَ فِی مَسَاتِقِهِمْ وَبَرَانِسِهِمْ وَطَيَالِسِهِمْ مَا يُخْرِجُونَ أَيْدِيَهُمْ (السنن الکبریٰ للبیهقی حدیث نمبر ۲۷۸۱، کتاب الصلاة، باب من سجد علیهما فی ثوبه)

ترجمہ: صحابۂ کرام اپنے مساتق (کشادہ آستینوں والے جبوں) میں اور اپنی ٹوپیوں میں اور اپنی چادروں میں نماز پڑھا کرتے تھے، اور اپنے ہاتھ باہر نہیں نکالتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے برانس (یعنی ٹوپیوں) اور طیالس (یعنی چادروں) اور مساتق (یعنی جبوں) کا الگ الگ ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ برانس سے ان کی مراد سر پر کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے، بلکہ خاص ٹوپیاں ہیں، اور صحابۂ کرام ٹوپیاں پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۲۸)......حضرت عباد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں کہ:

رأیت علی أنس بن مالک قلنسوة بیضاء (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۷ص ۲۴ ،تحت ترجمة أنس بن مالک بن النضر)

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سفید ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر سے ہی آپ ﷺ کی خدمت میں مشغول رہے، اور آپ ﷺ کے بہت قریب رہتے تھے، یقیناً انہوں نے حضور ﷺ کی اتباع میں ہی ٹوپی پہنی ہے۔ اور حضور ﷺ کا اس طرح کی ٹوپی پہننا پہلے کئی روایات میں گزر چکا ہے۔ اس روایت میں بھی صرف ٹوپی کا ذکر ہے، عمامہ کا ذکر نہیں؛ اور ٹوپی کو عمامہ کے ساتھ مقید کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں۔

(۲۹)......امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

قَالَ لِی مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِی قَالَ رَأَيْتُ عَلَى أَنَسٍ بُرْنُسًا أَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ (بخاری، باب البرانس)

ترجمہ: مجھ سے حضرت مسدد نے کہا کہ ہم سے معتمر نے بیان کیا، کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس کو زرد رنگ کی اونی (گرم) لمبی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضور ﷺ کے روئی والی گرم ٹوپی استعمال فرمانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، لہٰذا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گرم لمبی ٹوپی استعمال کرنا بھی حضور ﷺ کی اتباع کی وجہ سے تھا۔

بخاری کی اس روایت میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ کا ذکر نہیں، مزید براں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کو ''باب البرانس'' کا نام دے کر، ٹوپیوں کا باب بھی قائم کیا ہے۔ [۱]

اس روایت سے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹوپی سفید رنگ کے علاوہ زرد اور دوسرے رنگ کی بھی پہنی جاسکتی ہے، جب تک اس میں کوئی دوسری خرابی (مثلاً کافروں، فاسقوں، اور اہلِ بدعت کے ساتھ مشابہت وغیرہ) نہ ہو۔

(۳۰)......امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلَاةِ وَرَفَعَهَا (بخاری، کتاب التطوع، باب استعانة اليد فی الصلاة إذا كان من أمر الصلاة)

ترجمہ: اور ابواسحاق (سبیعی) نے نماز میں اپنی ٹوپی اتار کر رکھی، اور پھر پہن لی (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت ابواسحاق سبیعی کوفی رحمہ اللہ بڑے تابعین میں شمار ہوتے ہیں، اور انہوں نے انتالیس صحابۂ کرام سے احادیث کی سماعت کی ہے، اور ان کا شمار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استادوں میں کیا جاتا ہے۔

ان کا نماز میں ٹوپی کو سر سے اتار کر رکھنا اور پہن لینا عملِ کثیر کے بغیر کسی ضرورت مثلاً سخت خارش وغیرہ کی وجہ سے تھا، اور بوقتِ ضرورت نماز میں عملِ قلیل مکروہ نہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر تابعینِ کرام بھی ٹوپی پہن کر رکھتے تھے، اور نماز بھی ٹوپی پہن کر پڑھا کرتے تھے، نہ کہ ننگے سر؛ اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی میں نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

لہٰذا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ خیال کرنا درست نہیں۔

(۳۱)...... زہری نے علی بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ کوفی سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد عبدالرحمٰن سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ

---

[۱] (باب البرانس (أی هذا باب يذكر فيه لبس البرانس وهو جمع برنس بضم الباء الموحدة والنون وبينهما راء ساكنة وبالسين المهملة وهی القلنسوة وقد مضى الكلام فيه فی الحج (عمدة القاری، باب البرانس)

قوله :(البرانس) جمع برنس بضم الموحدة ، والنون ، وهو قلنسوة طويلة (حاشية السندی على صحيح البخاری، باب البرانس)

میں نے ایک شخص کو کوفہ کی مسجد میں دیکھا، وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے، ان کے سر پر کالی لمبی ٹوپی تھی، میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ابوحنیفہ ہیں۔

(ماخوذ از: تذکرۃ النعمان، صفحہ ۳۸۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ٹوپی استعمال فرمایا کرتے تھے، اور ٹوپی پہن کر مسجد میں تشریف فرما ہونا اور فتویٰ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک مساجد اور دینی مجالس میں عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننا کوئی معیوب اور خلافِ سنت بات نہیں تھی۔

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ ٹوپی پہننا حضور ﷺ، صحابۂ کرام اور فقہاء وتابعین سے ثابت ہے، اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے اور اس حالت میں نماز پڑھنے کو خلافِ سنت کہنا درست نہیں۔

(۲)...... حضور ﷺ اور صحابہ وتابعین اور اولیائے کرام سب کے سب نماز اور غیر نماز میں عمامہ اور ٹوپی سر پر پہننے کا اہتمام کیا کرتے تھے، اور آج کل کی طرح ننگے سر نہیں رہتے تھے۔

پھر ننگے سر پھرنے کی عادت ویسے بھی پسندیدہ نہیں، اور حیاء وغیرت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے واضح ہو چکا، اور نماز میں اور زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم واحترام اور اچھے لباس کا حکم ہے، اور نماز کی حالت اور زیادہ حیاء وغیرت کے اصولوں پر عمل کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔

چنانچہ اسلامی فقہی انسائیکلوپیڈیا الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ فِي اسْتِحْبَابِ سَتْرِ الرَّأْسِ فِي الصَّلَاةِ لِلرَّجُلِ ، بِعِمَامَةٍ وَمَا فِي مَعْنَاهَا ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَذٰلِكَ يُصَلِّي أَمَّا الْمَرْأَةُ فَيَجِبُ عَلَيْهَا سَتْرُ رَأْسِهَا فِي الصَّلَاةِ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ماده رأس)

ترجمہ: فقہائے کرام کا مرد کے لیے نماز میں عمامہ اور اس جیسی دوسری چیز (مثلاً ٹوپی) سے سر ڈھانپنے کے مستحب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ اسی طرح (سر ڈھانپ کر) نماز پڑھا کرتے تھے جہاں تک عورت کا معاملہ ہے تو اس پر نماز میں سر کو ڈھانپنا واجب ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مستحب سے مراد سنتِ غیر مؤکدہ ہونا ہے، جس کی دلیل خود اسی عبارت میں موجود ہے کہ حضور ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا ایسا عمل سنت ہوا کرتا ہے۔

ابوالقاسم ناصر الدین محمد بن یوسف حسینی سمرقندی حنفی (متوفیٰ ۵۵۶ھ) فرماتے ہیں:

Idara Ghufran

ولو صلی حاسرا الرأس تهاونا بالصلاة یکره ، ولو حسر رأسه تضرعا یکره ایضا(المتقط فی الفتاویٰ الحنفیة ،ص ۶۳،کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة حاسرا رأسه)

ترجمہ: اوراگرنماز کی اہمیت پیشِ نظر نہ ہونے کی وجہ سے ننگے سرنماز پڑھے (یعنی نماز کے لئے سرڈھانکنے کی اہمیت دل میں نہ ہو) تو یہ مکروہ ہے،اوراگرخشوع کی نیت سے ننگا سرکرے تو بھی مکروہ ہے (ترجمہ ختم)

اور ناصرالدین البانی صاحب مرحوم باوجودیکہ احادیث پرنقدوجرح کے بارے میں متشدد شمار کیے جاتے ہیں،لیکن انہوں نے اس مسئلہ پر بہت مدلل اور مفصل کلام کیا ہے، جوکہ موجودہ دور کے فقہاء کی تقلید کے منکرین کےٹوپی کے بغیرنماز پڑھنے کےطرزِعمل کےخلاف حجت ہے۔

اُن کی عبارت مع ترجمہ کےمندرجہ ذیل ہے:

والذی أراه فی هذه المسألة أن الصلاة حاسر الرأس مکروهة ذلک أنه من المسلم به استحباب دخول المسلم فی الصلاة فی أکمل هیئة إسلامیة للحدیث المتقدم فی الکتاب . . " :فإن الله أحق أن یتزین له "ولیس من الهیئة الحسنة فی عرف السلف اعتیاد حسر الرأس والسیر کذلک فی الطرقات والدخول کذلک فی أماکن العبادات بل هذه عادة أجنبیة تسربت إلی کثیر من البلاد الإسلامیة حینما دخلها الکفار وجلبوا إلیها عاداتهم الفاسدة فقلدهم المسلمون فیها فأضاعوا بها وبأمثالها من التقالید شخصیتهم الإسلامیة فهذا العرض الطارء لا یصلح أن یکون مسوغا لمخالفة العرف الإسلامی السابق ولا اتخاذه حجة لجواز الدخول فی الصلاة حاسر الرأس . وأما استدلال بعض إخواننا من أنصار السنة فی مصر علی جوازه قیاسا علی حسر المحرم فی الحج فمن أبطل قیاس قرأته عن هؤلاء الإخوان کیف والحسر فی الحج شعیرة إسلامیة ومن مناسکه التی لا تشارکه فیها عبادة أخری ولو کان القیاس المذکور صحیحا للزم القول بوجوب الحسر فی الصلاة لأنه واجب فی الحج وهذا إلزام لا انفکاک لهم عنه إلا بالرجوع عن القیاس المذکور ولعلهم یفعلون . وکذلک استدلاله بحدیث علی مرفوعا " :ائتوا المساجد حسرا ومعصبین فإن العمائم تیجان المسلمین "استدلال واه لأن الحدیث ضعیف جدا أعتقد

أنـه مـوضـوع لأنـه مـن رواية ميسـرة بن عبد ربه وهو وضاع باعترافه وقال العراقى " :متروك "وقال المناوى فى "شـرح الجامع الصغير " : " ومـن ثـم رمز المؤلف لضعفه لكن يشهد له ما رواه ابن عساكر بلفظ :ائتوا المساجد حسرا ومقنعين فإن ذلك من سيما المسلمين "قلت :لم يسق الـمناوى إسناده لينظر فيه وهل يصلح شاهدا لهذا الحديث الموضوع أم لا ؟ وجـمـلة الـقـول أنـه حديث ضعيف جدا على أقل الأحوال فالاستدلال به غير جائز والسكوت عنه إثم ثم تبين لى أن الحديث بلفظيه عند ابن عدى مـن طـريـق ذاك الوضاع ومن طريقه عند ابن عساكر باللفظ الآخر أورده السيوطى فى "الجامع الصغير "باللفظ الأول من رواية ابن عدى وفى " الـجـامع الكبير "بـالـلـفـظ الآخـر من رواية ابن عدى وابن عساكر فتوهم الـمـنـاوى بأنه حديث آخر بإسناد آخر فجعله شاهدا للأول ومن الظاهر أنه لـم يـقف عـلـى إسناد ابن عساكر وإلا لم يقع منه هذا الخلط والخبط الذى قـلدته فيه لجنة تحقيق "الجامع الكبير "بمجمع البحوث الإسلامية (1 / 31 / 32 و 33) فـى مـصر ولو فرضنا أن اللفظ الثانى سالم من مثل هذا الـوضـاع فهـو لا يصلح شاهدا للأول لأن الشاهد لا ينفع فى الموضوع بل ولا فـى الـضـعيف جـدا وقـد ذكـر الـمـنـاوى نـفسـه نحو هذا فى غير هذا الـحـديـث فجل من لا ينسى والـحـديـث قد خرجته فى "الـضعيفة "(1296) وأمـا استـحـبـاب الحسر بنية الخشوع فابتداع حكم فى الدين لا دليل عليه إلا الرأى ولو كان حقا لفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم ولو فـعـلـه لـنقل عنه وإذ لم ينقل عنه دل ذلك أنه بدعة فاحذرها ومما سلف تـعـلـم أن نـفـى الـمؤلف ورود دليل بأفضلية تغطية الرأس فى الصلاة ليس صـوابـا عـلـى إطـلاقه إلا إن كان يريد دليلا خاصا فهو مسلم ولكنه لا ينفى ورود الـدليـل الـعـام عـلـى ما بيناه آنفا وهو التزين للصلاة بالزى الإسلامى الـمـعـروف مـن قبـل هـذا العصر والدليل العام حجة عند الجميع عند عدم المعارض فتأمل (تمام المنة فى التعليق على فقه السنة للالبانى ج ۱ ص ۱۶۵)

ترجمہ: اور میری اس مسئلہ میں یہ رائے ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ مسلم کا نماز میں اسلامی اچھی حالت میں داخل ہونا مستحب ہے، اس حدیث کی

وجہ سے جو اسی کتاب میں گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے لیے زینت اختیار کی جائے اور سلف کے عرف میں سر ننگا کرنے اور راستوں میں ننگے سر پھرنے کی عادت اور اسی طرح عبادات کے مقامات میں ننگے سر رہنے کی عادت اچھی حالت شمار نہیں ہوتی، بلکہ یہ عادت (اسلام کے اعتبار سے) اجنبی حالت ہے، اور اکثر اسلامی ملکوں میں اس وقت سے شروع ہوئی ہے، جب سے ان ملکوں میں کفار داخل ہوئے اور اسلامی ملکوں میں ان کی فاسد اور خراب عادتیں آئیں، پھر مسلمانوں نے ان عادتوں میں ان کافروں کی تقلید کی تو انہوں نے ننگے سر رہنے اور اس جیسی دوسری عادتوں میں کافروں کی تقلید کر کے اپنے اسلامی تشخص کو ضائع و برباد کرلیا، پس یہ بعد میں پیدا ہونے والی کافروں کی بُری عادت اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ پہلے اسلامی عرف و رواج کو بدل سکے، اور نہ ہی اس کو یہ بری عادت نماز میں ننگے سر داخل ہونے کے جواز کی حجت بن سکتی ہے۔

اور رہا مصر میں ہمارے بعض سنت کے پیروکار بھائیوں کا ننگے سر کے جواز کو حج میں احرام والے شخص کے ننگے سر ہونے پر قیاس کرنا تو ان بھائیوں کا یہ قیاس جو میں نے پڑھا ہے، بالکل باطل ہے، اور یہ قیاس صحیح کیونکر ہوسکتا ہے، کیونکہ حج میں ننگے سر رہنا اسلامی شعار ہے، اور حج کے ان مناسک میں سے ہے کہ جن میں کوئی دوسری عبادت شریک نہیں، اور اگر مذکورہ قیاس صحیح ہوتا تو پھر نماز میں ننگا سر ہونے کا قول کرنا لازم ہوگا (نہ کہ جائز) کیونکہ حج میں (بحالتِ احرام) یہ واجب ہے اور یہ ایسا الزام ہے کہ ان لوگوں کے لیے اس سے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہیں، سوائے اس کے کہ وہ اپنے مذکورہ قیاس سے رجوع کریں، اور شاید کہ وہ اپنے قیاس سے رجوع کرلیں۔ اور اسی طرح ننگے سر نماز پڑھنے پر حضرت علی کی اس مرفوع حدیث سے استدلال کرنا کہ ''تم مساجد میں آؤ، ننگے سر اور کپڑا باندھ کر، کیونکہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں، یہ بھی بالکل بے کار استدلال ہے، کیونکہ یہ حدیث بہت سخت ضعیف ہے، جس کے بارے میں میرا اعتقاد یہ ہے کہ من گھڑت حدیث ہے، کیونکہ یہ میسرۃ بن عبدِ ربہ کی روایت ہے، اور وہ اپنے اعتراف کے مطابق جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

اور امام عراقی نے اس کو متروک فرمایا ہے، اور امام مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں فرمایا

''اوراسی وجہ سے مصنف (یعنی علامہ سیوطی) نے اس کے ضعف کا اشارہ قائم کیا ہے،لیکن اس کی شاہدابنِ عساکر کی وہ روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ تم مساجد میں ننگے سراورسر ڈھانک کرآؤ، کیونکہ یہ مسلمانوں کی پہچان ہے'' میں کہتا ہوں کہ امام مناوی نے اس روایت کی سند ذکرنہیں فرمائی، تاکہ دیکھا جاتا کہ یہ روایت اس موضوع روایت کی شاہد بننے کی صلاحیت رکھتی ہے یانہیں۔اورخلاصۂ کلام یہ ہے کہ کم ازکم درجے میں یہ حدیث شدیدضعیف ہے،پس اس سے استدلال جائزنہیں،اوراس پرخاموشی گناہ ہے۔پھراس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ حدیث انہی لفظوں کے ساتھ ابنِ عدی نے اس حدیث گھڑنے والے کے حوالے سے ہی روایت کی ہے،اوراسی کے حوالے سے ابنِ عساکر نے بھی دوسرے الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے،جس کوامام سیوطی نے جامع صغیر میں ابنِ عدی کی روایت سے پہلے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اور جامع کبیر میں ابنِ عدی اور ابنِ عساکر کی روایت سے دوسرے الفاظ میں روایت کیا ہے،جس سے امام مناوی کو یہ وہم ہوگیا کہ یہ دوسرے الفاظ کے ساتھ دوسری حدیث ہے۔اس وجہ سے انہوں نے اس کوپہلی حدیث کا شاہدقراردے دیا،اور بظاہر یہی لگتا ہے کہ وہ ابنِ عساکر کی سند سے واقف نہیں ہوئے، ورنہ اس سے یہ خلط واقع نہ ہوتا، اوراسی خلط کی جامع کبیر کی لجنۃ نے بھی تقلید کی ہے،بحوث اسلامیہ مصر کی جماعت نے،جس کی قراردادنمبر۱/۳۱ تا۳۳ ہے۔اوراگر یہ بات فرض بھی کرلی جائے کہ دوسرے الفاظ اس جیسی حدیث کے گھڑنے والے سے پاک ہیں،تو بھی یہ پہلی روایت کی شاہد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی،اس لیے کہ شاہد،موضوع (گھڑی ہوئی) حدیث کے لیے نفع بخش نہیں ہوتا، بلکہ شدیدضعیف کے لیے بھی فائدہ مندنہیں ہوتا۔اورامام مناوی نے خودہی اس کے علاوہ دوسری حدیث میں اس کے مثل بات ذکرفرمائی ہے،لیکن نہ بھولنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اوراس حدیث کی میں نے ضعیفہ میں (۱۲۹۶نمبر میں) تخریج کردی ہے۔اوررہاخشوع کی نیت سے ننگے سرنماز پڑھنے کے مستحب ہونے کا معاملہ تو یہ دین میں بدعت ہے،اس پررائے کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے، اوراگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس کا رسول اللہ ﷺ ضروراہتمام فرماتے،اوراگررسول اللہ ﷺ نے اس پرعمل کیا ہوتا تو یہ منقول بھی ہوتا،اور جب یہ عمل منقول نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ بدعت ہے،جس سے بچنا چاہیے۔اورگزشتہ بحث سے آپ کو یہ بات

معلوم ہوگئی کہ (فقہ السنۃ کتاب کے) مؤلف (سید سابق) کا نماز سرڈھانک کر پڑھنے کی فضیلت کی دلیل کی نفی کرنا اپنے اطلاق کے ساتھ درست نہیں ہے، مگر یہ کہ ان کی مراد دلیلِ خاص ہو، تو یہ بات مسلم ہے۔

لیکن عام دلیل کے وارد ہونے کی نفی نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں، اور وہ نماز کے لیے اسلام کے اس معروف طریقے سے زینت حاصل کرنا ہے، جو کہ اس زمانے سے پہلے (حضور ﷺ کے زمانے سے مستقل) رائج تھا، اور جب کوئی معارض نہ ہو تو عام دلیل سب کے نزدیک حجت ہوا کرتی ہے۔ پس آپ اچھی طرح غور کر لیجیے (ترجمہ ختم)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ننگے سر رہنے سہنے اور ننگے سر نماز پڑھنے کا طریقہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، اور یہ کافروں اور غیر مسلموں سے مسلمانوں میں آیا ہے، اور بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ اور خلافِ سنت عمل ہے افسوس ہے کہ آج کل جو بعض لوگ حضور ﷺ کی طرح نماز پڑھنے کی لوگوں کو تلقین کرتے پھرتے ہیں، وہ خود سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کی سنت کا ذرا اہتمام نہیں کرتے۔

اور مزید براں اس سنت کے غیر ضروری وغیرہ ہونے کا بہانہ کر کے اس کی اہمیت کو لوگوں کے دلوں سے کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہ نہیں سوچتے کہ یوں تو اور بھی بہت سی غیر ضروری سنتیں ہیں، پھر ان کی تبلیغ و تشہیر پر کیوں زور دیتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا ہرگز بھی یہ نہیں ہے۔ فقط۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان، مؤرخہ ۲۴/ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق 22 / مارچ 2009ء بروز اتوار

دارالافتاء، والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی

علمی و تحقیقی سلسلہ (زیرِ طبع)

صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق

صبح صادق اور صبح کاذب کی تعریف وحقیقت، صبح صادق وصبح کاذب کی حدِ تام ورسومِ ناقصہ کی بحث، صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہونے کی تحقیق، فجر اور مغربِ حنفی کا وقت مساوی اور برابر ہونے اور صبح صادق اور عشائے حنفی کے سورج کے متعین زیرِ افق ہونے پر کلام اور اس سلسلہ میں بعض اکابر کے ایک اختلاف کی وضاحت

مؤلف: مفتی محمد رضوان

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

۱۴۲۴/۴/۵ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

انٹرنیٹ کی ملازمت یا کاروبار

سوال:......انٹرنیٹ کی ملازمت یا کاروبار جائز ہے یا نہیں؟

جواب:......اس کاروبار کے جائز یا ناجائز ہونے کا دارومدار اس پر ہے، کہ اس کا استعمال جائز ہے، یا ناجائز؟ آجکل جو انٹرنیٹ کلب، اور انٹرنیٹ کیفے کھلے ہوئے ہیں، ان میں تو کھلی چھٹی ہے، کہ ان میں کوئی جائز استعمال کرے یا ناجائز، کیونکہ کلب تو نام ہی اس کا ہے کہ ہر طرح کا آدمی آئے اور فائدہ اٹھائے، خواہ کوئی ننگی تصویر دیکھنا چاہے، یا چیٹنگ Chatting کرنا چاہے، اگرچہ غیر محرم سے ہو یا کسی سے بھی تو اس کے لئے بھی اجازت ہے، اگر کوئی اچھی دینی یا معلوماتی سائٹ دیکھنا چاہے، جیسے تلاوت، تفسیر، حدیث وغیرہ کی تو بھی آسکتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ فی نفسہ انٹرنیٹ ایک ایسا چمچہ ہے کہ جس سے حلوہ بھی کھایا جاسکتا ہے، اور پاخانہ بھی، کہ یہ ایسی جگہ ہے کہ جہاں گناہ بھی ہوتے ہیں اور نیک کام بھی ہوتے ہیں، اور جائز کام بھی ہوتے ہیں۔

اگر نیٹ کے اس کلب یا دکان کی آمدنی کا غالب اور زیادہ حصہ ناجائز ہے، یعنی زیادہ غلط استعمال والے لوگ آتے ہیں، تب تو اس کی پوری آمدنی کا مجموعہ ناجائز کہلائے گا، اور اگر اس میں مغلوب حصہ ناجائز کا ہے، اور غالب حصہ جائز کا ہے، تب مجموعہ جائز کہلائے گا، مگر اس صورت میں ناجائز کا ذریعہ بننے کا گناہ پھر بھی ہوگا، ان دونوں باتوں میں باریک فرق ہے، ایک ہے ناجائز پیسہ کمانا، یہ بھی گناہ ہے، اور ایک ہے، جائز اور ناجائز کا مل جانا یعنی جائز اور ناجائز مل کر ایک جگہ جمع ہوگئے، مثلاً سو روپے ہیں ان میں کچھ

جائز ہیں اور کچھ ناجائز ہیں، اور اس سو روپے سے کوئی چیز خریدی جائے تو اس کو جائز کہیں گے، یعنی اس سو روپے کو استعمال کریں گے تو یہ استعمال تو جائز کہلائے گا، اس لئے کہ، جب ایک جائز اور ناجائز مل جاتا ہے تو اس پر غالب آمدنی کا جو حصہ ہے (یعنی پچاس فیصدی سے زائد جو ہے) اس کے مطابق حکم لگایا جاتا ہے، کیونکہ اگر ہم کچھ بھی حرام کے ملنے سے پوری آمدنی کو حرام کہہ دیا کرتے تو آج تو ہر کسی کی آمدنی میں کچھ نہ کچھ آمیزش حرام کی بھی ہوتی ہی ہے، پھر کسی سے نہ تو خریدنا جائز ہوتا، اور نہ ہی دعوت کھانا جائز ہوتا، نہ کسی سے کوئی چیز لینا جائز ہوتا، نہ صدقہ وزکوٰۃ کیونکہ صدقہ بھی حلال مال سے ہی قبول ہوتا ہے، اس لئے شریعت نے غالب حصہ پر حکم لگایا ہے۔

ایک صاحب نے فون پر بھی یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ اگر میں اس بات کی پابندی کروں کہ کوئی اس کلب میں ناجائز چیز نہ دیکھے، تو کیا پھر جائز ہے؟ تو ان صاحب کو یہی بتلایا گیا تھا کہ جائز ہے، لیکن پابندی کرنی پڑے گی، اور آنے والے کی نگرانی بھی کرنی پڑے گی کہ جو آیا ہے وہ جائز استعمال کر رہا ہے یا ناجائز؟ اور یہ بہت مشکل کام ہے، کیونکہ آجکل جو کچھ کلبوں میں ہو رہا ہے، سب کو معلوم ہی ہے، اس قدر بے حیائی ہے کہ، الامان والحفیظ۔

کیونکہ یہ دراصل کلب آجکل بے حیائی کے اڈے بنے ہوئے ہیں، اور نعوذ باللہ ایک تو ہے گناہ کو چھپ کر کرنا، اور ایک ہے گناہوں کے اڈے بنانا، اور اسلامی ملکوں کے اندر یہ اڈے قائم کرنا بہت بڑی بے حیائی ہے، آج ہمارے ہاں گناہ کھلے عام ہو رہے ہیں، ہمارے گھروں میں بے حیائی اور فحاشی کے اڈے کھلے ہوئے ہیں، چنانچہ کھلے عام وی سی آر چلتے ہیں، اور اسی طرح کیبل کے کنکشن لئے ہوئے ہیں اور پھر ان میں ناجائز پروگرام گھر کے سارے افراد اجتماعی انداز میں دیکھتے ہیں، پورا گھر نعوذ باللہ تعالیٰ اجتماعی طور پر گناہوں کے وبال سے اپنے تئیں مستفید ہوتا ہے، بیوی، بیٹے، بہو اور جوان بیٹیوں کے سامنے بیٹھ کر یہ پروگرام دیکھے جاتے ہیں، کسی دور میں تو بہو میں اتنی حیا ہوتی تھی کہ ساری زندگی سسر بہو کا چہرہ نہیں دیکھ پاتا تھا، اگرچہ سسر سے بہو کا پردہ نہیں ہے، مگر حیا ہوتی تھی، اور آج کل گھر کے سارے افراد کھلے عام کھلکھلا کر ہنس بھی رہے ہیں، اور برہنہ یا نیم برہنہ مردوں عورتوں کو بے شرمی کے کام کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اور اس کو فخر کا ذریعہ سمجھتے ہیں، کہ ہمارے ہاں کیبل لگا ہوا ہے، ہمارے ہاں بلیو پرنٹ فلمیں دیکھی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے گھر منحوس ہو چکے ہیں، اس لئے برکت اتفاق اور اتحاد جیسی نعمتیں کہاں سے حاصل ہوں گی؟

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاِبۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط ۱۵)

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام سے خصوصی عہد

قرآن مجید میں بیت اللہ سے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک خصوصی عہد لینے کا ذکر ہے، چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَعَهِدۡنَاۤ اِلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ(سورہ بقرۃ آیت نمبر ۱۲۵)

ترجمہ: اور ہم نے (خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل (علیہما السلام) کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک (صاف) رکھا کرو، بیرونی اور مقامی لوگوں (کی عبادت) کے واسطے، اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے (ترجمہ ختم)

اور سورہ حج میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔـا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ(سورہ حج آیت نمبر ۲۶)

ترجمہ: اور (اس قصہ کا تذکرہ کیجئے) جب کہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلادی (کیونکہ اس وقت خانہ کعبہ بنا ہوا نہ تھا اور حکم دیا) کہ (اس مکان کو عبادت کے لئے تیار کرو، اور اس عبادت میں) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا (یہ دراصل ان کے ذریعے بعد کے لوگوں کو تعلیم دی گئی، اور بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ شرک کی ممانعت کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ بیت اللہ کی طرف نماز اور اس کا طواف کرنے سے کسی جاہل کو یہ شبہ نہ ہوجائے کہ اسی کی عبادت مقصود ہے) اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے اور (نماز میں) قیام اور رکوع وسجود کرنے والوں کے واسطے (ظاہری اور باطنی نجاسات یعنی کفر وشرک سے) پاک رکھنا (حسبِ سابق یہاں بھی آپ کے سات ساتھ آپ کی وساطت سے بعد والوں کو تعلیم دی جارہی ہے) [۱]

---

[۱] (وَعَهِدۡنَا إلی إبراهيم وإسماعيل) أی وصينا أو أمرنا أو أوحينا أو قلنا ، والذی عليه المحققون أن العهد إذا تعدى ب (إلی) يكون بمعنى التوصية ، ويتجوز به عن الأمر(روح المعانی ، سورة البقرة،آيت ۱۲۵)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے خاص فضائل اور عظمت کا بیان فرمایا ہے، اس آیت میں لفظ ''بوّء'' کا لفظ لغت میں کسی کو ٹھکانا اور رہنے کی جگہ دینے کے معنیٰ میں آتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ یہ بات قابلِ ذکر اور یاد رکھنے کی ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ ٹھکانا دیا جہاں بیت اللہ ہے، اس میں اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے یہاں آباد نہ تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی اہلیہ ہاجرہ اور کم سن بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس ویران زمین میں لاکر چھوڑا تھا، جیسا کہ پیچھے یہ بات تفصیل سے گزری ''مَکَانَ الْبَیْتِ ''میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا، جیسا کہ معتبر روایات میں ہے کہ اس کی تعمیر تو حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر لانے سے پہلے یا اس کے ساتھ ہوئی تھی، اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے وقت بیت اللہ کی تعمیر اٹھالی گئی تھی لیکن اس کی بنیادیں اور متعین جگہ موجود تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہیں لاکر ٹھہرایا گیا اور ان کو تین حکم دیئے گئے:

(۱)...... پہلا حکم یہ دیا گیا کہ'' اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا ''یعنی میری عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شرک کرنے کا کوئی احتمال نہیں تھا، ان کی بت شکنی اور شرک کرنے والوں کا مقابلہ اور اس میں سخت ترین آزمائش کے واقعات پیچھے تفصیل سے گزر چکے ہیں، اس حکم سے مقصود آئندہ بھی عقیدہ توحید پر ثابت قدم رہتے ہوئے شرک سے بچنے کی وصیت ہے، اور دوسرے آئندہ آنے والی نسلوں اور سب لوگوں پر واضح کرنا ہے کہ شرک سے پرہیز کریں۔

(۲)...... دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ'' طَھِّرْ بَیْتِیَ ''یعنی میرے گھر کو پاک کیجئے، اس میں کعبہ کو پاک رکھنے کا حکم ہے، اور کعبہ کے ساتھ مسجدِ حرام کے پاک رکھنے کا بھی حکم ہوگیا، کیونکہ طواف اور نماز کی ادائیگی اسی میں ہوتی ہے، پاک کرنے میں سب کچھ داخل ہے، باطنی ناپاکی کفر و شرک، اور بت پرستی سے، اور گندی باتوں سے، جھوٹ سے، فریب سے، بدعملی سے پاک رکھیں، اور ظاہری ناپاکی سے بھی پاک و صاف رکھیں، اور ظاہری طور پر بھی ہر طرح کی آلودگیوں، نجاستوں اور بدبودار چیزوں سے محفوظ رکھیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا خطاب کرنے سے دوسرے لوگوں کو اہتمام کی فکر دلانا مقصود ہے، کہ جب خلیل اللہ علیہ السلام کو اس کا حکم ہوا، جو خود ہی اس پر عامل تھے، تو ہمیں اس کا کتنا اہتمام کرنا چاہئے۔

أی قلنا لهما شیئاً هو :أن طهرا والمراد من التطهير التنظيف من كل ما لا يليق فيدخل فيه الأوثان والأنجاس وجميع الخبائث وما يمنع منه شرعاً كالحائض(روح المعانی تحت آیت ۱۲۵ من سورة البقرة)

Idara Ghufran

طب وصحت حکیم محمد فیضان

انجیر (Fig)

انجیر ایک مشہور پھل ہے جسے میوہ جات میں شمار کیا جاتا ہے، اسے گولر سے بھی تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک تعالیٰ نے انجیر کا ذکر ایک ہی جگہ پر فرمایا ہے، مگر بھرپور طریقہ سے فرمایا۔ ارشاد مبارک ہے:

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ وَ هٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ (سورۃ تین ۱ تا ۴)

(قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔ اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی کہ انسان کو ایک بہترین ترتیب سے تخلیق کیا گیا)

اللہ تعالیٰ نے انجیر کو اتنی اہمیت عطا فرمائی ہے کہ قرآن حکیم میں انجیر کے نام پر پوری سورۃ مبارکہ نازل فرمائی اور اس میں انجیر کی قسم کھائی۔ جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صنعت گری اور تخلیق کا ایک بڑا شاہکار ہے اور اس کے فوائد وخواص بیحد و بے شمار ہیں۔ پس جس پھل کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہو اسکی شفا بخشی کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے جس چیز کو پسند فرمایا اور تعریف فرما دی ہو اس میں بھی شک کی گنجائش نہیں رہتی، کیوں کہ آپ ﷺ اس روئے زمین پر سب سے بڑے حکیم ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے بھی انجیر کو پسند فرمایا اور جنت کا پھل قرار دیا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں نبی ﷺ کی خدمت میں کہیں سے انجیر کا بھرا ہوا تھال آیا۔ آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ کھاؤ! ہم نے اس میں سے کھایا اور پھر ارشاد فرمایا اگر کوئی کہے کہ کوئی پھل جنت سے زمین پر آ سکتا ہے تو میں کہوں گا کہ وہ یہی ہے۔ کیونکہ بلاشبہ جنت کا میوہ ہے۔ اس میں سے کھاؤ! کہ یہ بواسیر کو ختم کر دیتی ہے اور گنٹھیا (جوڑوں کے درد میں مفید ہے) قدیم اطباء کے یہاں انجیر کا استعمال عہد رسالت ﷺ کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ زمین پر انسان کی آمد کے بعد اس کی افادیت کے لئے جو سب سے پہلا درخت معرض وجود میں آیا وہ انجیر کا تھا۔ (معروف روایات کھجور کے متعلق ہیں)۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام نے اپنی ستر پوشی کے لئے انجیر کے پتے استعمال کئے۔
انجیر کی دو اہم قسمیں دستیاب ہیں: (۱)...... وہ جسے لوگ با قاعدہ کاشت کرتے ہیں یہ بستانی کہلاتی ہے، کاشت کاروں نے مختلف تجربات سے اس کی کئی لذیذ قسمیں پیدا کرلی ہیں (۲)...... دوسری قسم خود رو جنگلی کہلاتی ہے۔جنگلی حجم میں چھوٹی اور ذائقہ میں بھی اتنی لذیذ نہیں ہوتی۔تازہ انجیر میں پانی کافی ہوتا ہے پروٹین، چربی اور کاربوہائیڈریٹ کم ہوتا ہے۔انجیر گودے دار پھل ہے اور پکا پھل رس دار ہوتا ہے چونکہ اس کا تازہ پھل جلدی خراب ہوجاتا ہے اس لئے عام طور سے خشک کر کے ہی فروخت کیا جاہے۔
جب کہ سوکھے انجیر میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے۔اس کا خاص جز شکر ہے جو ۵۱ سے ۷۴ فی صدی ہوتی ہے۔انجیر بنیادی طور پر مشرق وسطیٰ کا پھل ہے۔اگرچہ اب یہ ہندوستان میں بھی پایا جاتا ہے، مگر مسلمانوں کی ہند میں آمد سے پہلے اس کا سراغ نہیں ملتا ممکن ہے کہ مسلمان اطباء یا وسطی ایشیا کی طرف سے آنے والے منگول اور مغل اس کو یہاں لائے ہوں۔ایک تحقیق کے مطابق اس کا پودا سب سے پہلے سمرنا میں ہوتا تھا اور وہاں سے مختلف ممالک میں لایا گیا۔
اب اس کی پیدائش کے مشہور مراکز ترکی، اطالیہ، سپین، پرتگال، ایران، فلسطین، شام، لبنان اور پاکستان میں چترال، ہنزہ کے علاقے ہیں۔ چترال کے درخت سال میں دو مرتبہ پھل دیتے ہیں۔
نام: انجیر کو عربی زبان میں تین۔یونانی میں سوتی۔بنگالی میں آنجیر۔پشتو میں اِنزر۔انگریزی میں (figs) کہتے ہیں
مزاج: اطباء کے نزدیک انجیر کا مزاج گرم اول، تر دوم ہے (اس کا بدل مویز منقیٰ اور مغز چلغوزہ ہے، اور مصلح اخروٹ اور صعتر ہے)
انجیر کے چند فوائد اور خواص: انجیر کے درخت کی چھال۔ پتے اور دودھ دواؤں میں استعمال ہوتے ہیں۔انجیر میں غذائیت بہت ہوتی ہے، اور یہ خون میں سرخ ذرات کو بڑھاتا ہے، طبیعت میں فرحت لاتا ہے۔اس لئے جن لوگوں کی صحت اچھی نہ ہو اور جسم دبلا پتلا ہو یا خون کی کمی ہو...... ایسے لوگ اگر انجیر کو چند دن لگاتار استعمال کریں تو یہ ان کے جسم کو گوشت اور پوست سے بھر دیتا ہے، اسی لئے یہ بیماری کے بعد کی کمزوری کے لئے بھی بہت مفید ہے اور مریضوں کے لئے اچھا ٹانک ہے۔اعصابی تھکن آج کل ایک عام مسئلہ ہے، جس کو دیکھو یہی شکایت کرتا ہے انجیر کے استعمال سے یہ شکایت دور ہوجاتی ہے۔آج کل مصروفیات کی وجہ سے نہ وقت پر کھانا پینا ہے اور نہ ہی ہم ورزش کے لئے وقت نکالتے ہیں،

اس لئے گیس اور قبض کی شکایت بھی عام ہوگئی ہے۔انجیر ریاح کو تحلیل کرتا ہے، یہ قبض کی بھی بہترین دوا ہے اور پیٹ کو صاف کرتا ہے۔ یہ بدہضمی اور پیٹ کے بہت سارے امراض میں فائدہ مند ہے۔

دماغ کی سب بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ رعشہ،لقوہ اور فالج کو مفید ہے۔ یہ بواسیر کے مرض میں مفید ہے اور بواسیر کو دور کرتی ہے،اس لئے بواسیر کے مریضوں کو اس کے استعمال کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

انجیر کا استعمال ورم میں مفید ہے، یہ جگر اور تلی کے ورم اور سُدّہ کو دور کرتا ہے۔ ورموں کی تحلیل کرنے کے لئے عرق مکوہ ۵ تولہ کے ساتھ صبح شام استعمال کرلیا کریں۔انجیر ۵ دانہ۔ بادام ۷ دانہ۔ پستہ ۶ دانہ سب کو ملا کر کھانے سے بڑھی ہوئی تلی، بواسیر، گردہ کی کمزوری ہچکی کو فائدہ دیتا ہے۔

۵۰ عدد خشک انجیر سرکہ میں بھگو کر رکھیں۔ تیسرے دن سے روزانہ چار عدد کھانے سے تلی ہٹ جاتی ہے۔

انجیر ۸ دانہ مغز اخروٹ ۲۵ گرام دونوں کو ملا کر کھانے سے ہر قسم کے زہر کے اثرات ختم ہوجاتے ہیں اور فالج سے حفاظت رہتی ہے۔اخراج بلغم کے لئے اس کا جوشاندہ کھانسی کو مفید ہے،اس کا شربت مسکّن حرارت ہے، پیاس کو تسکین دیتا ہے۔ دل کو فرحت دیتا اور خفقان کو دور کرتا ہے۔ سینہ اور پھیپڑوں کو طاقت دیتا ہے۔

یہ پیشاب آور ہونے کی وجہ سے پتھری کو بھی نکال دیتا ہے۔انجیر ولائیتی ۵ دانہ روزانہ کھانے سے گردہ اور مثانہ کی پتھری ریزہ ریزہ ہوکر نکل جاتی ہے۔تازہ انجیر کو توڑنے پر جو دودھ نکلتا ہے۔ اگر اسے اکٹھا کرکے روزانہ دو سے پانچ قطرے تک برص (سفید داغ) اور چمبل (ایگزیما) پر لگائیں تو انشاء اللہ چند روز میں خراش پیدا ہوکر جلد صاف ہوجائیگی۔اس کے بعد ناریل کا تیل لگائیں، گلٹیوں پر اس کا دودھ لگاتے رہنے سے غدود اور گلٹیاں آہستہ آہستہ زائل ہوجاتی ہیں۔

۱۰۰ گرام خشک انجیر میں پائے جانے والے غذائیت نمکیات اور وٹامن مندرجہ ذیل ہیں۔

نمی	۲۳ فیصدی	کیلشیم	۱۲۶ ملی گرام
پروٹین	۳.۴ فیصدی	فاسفورس	۷۷ ملی گرام
چربی	۳.۱ فی صدی	لوہا	۳ ملی گرام
کاربوہائیڈریٹ	۶۳.۴ فی صدی	وٹامن اے	۸۰ یونٹ
سیلولوز	۵.۶ فی صدی	وٹامن بی	تھوڑی مقدار
نمکیات	۲.۴ فی صدی	کلوری	۲۷۴ یونٹ

مقدار خوراک: چار پانچ دانے ہی ایک وقت میں کھانا مفید ہے۔

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... جمعہ یکم/ ۸/ ۱۵/ ۲۲/ ربیع الاول کو متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں، ۱۵/ ربیع الاول کو بندہ امجد سفر پر تھا، مسجد نسیم میں جناب قاری طاہر صاحب (مدرس، ادارہ غفران) نے جمعہ کے فرائض سرانجام دیئے۔

□......اتوار ۳/ ۱۰/ ۱۷/ ۲۴/ ربیع الاول کو بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں۔

□......بدھ ۱۳/ ۲۰/ ربیع الاول بعد ظہر طلبۂ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان ہوا۔

□......اتوار ۳/ ربیع الاول بعد مغرب یومِ والدین کا جلسہ ہوا، مفتی محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کا وعظ ہوا، بندہ امجد نے تمام تعلیمی درجات کے سہ ماہی امتحان کے نتائج سنائے، بوقتِ عشاء جلسہ اختتام پذیر ہوا، جلسہ میں طلبۂ کرام کے سرپرستوں اور والدین کی بھرپور حاضری اور شرکت رہی۔

□...... جمعہ ۸/ ربیع الاول بعد از جمعہ ادارہ کے چند اساتذہ حضرات تفریح کے سلسلہ میں لہتراڑ (کوٹلی ستیاں) کی طرف گئے

□......۹/ ۱۰/ ربیع الاول ہفتہ، اتوار، بنات کی جماعتوں کا ماہانہ ضمنی جائزہ امتحان ہوا۔

□......۱۴/ ربیع الاول جمعرات حضرت مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم (مدیر، مدرسہ خلفائے راشدین، کراچی) ودیگر چند علمائے کرام دارالافتاء تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے کئی اہم علمی وفقہی مسائل پر تبادلہ افکار ہوا، اور ظہرانے میں بھی شرکت فرمائی، قبل العصر یہ پرلطف اور خوشگوار علمی مجلس اختتام کو پہنچی۔

□......۱۸ ربیع الاول بدھ کو قبل الظہر حضرت عارف باللہ ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم دارالافتاء تشریف لائے، قریب پون گھنٹہ قیام رہا، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ مجالست رہی، حضرت کے اس مجلس کے ملفوظات قلمبند کر لئے گئے (جو التبلیغ کے موجودہ شمارے میں شاملِ اشاعت ہیں) حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم کو چند ماہ قبل اپنے وطن حیدرآباد میں دورانِ سفر پر شدید حادثہ پیش آیا تھا، پاؤں پر گہری چوٹیں آئی تھیں، جس کے ابھی تک کچھ اثرات باقی ہیں، علاوہ ازیں حضرت والا کی اہلیہ محترمہ بھی گزشتہ دنوں پیرانہ سالی میں وصال فرما چکی ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت وشفاء عطا فرمائے، اور آپ کا سایہ بہت دنوں قائم ودائم رکھیں، اور مرحومہ کے درجات بلند فرمائیں۔

□......۲۱/ ربیع الاول بروز جمعرات بوقتِ عصر جناب مدیر صاحب دامت برکاتہم، حضرت عارف باللہ ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں ان کی ہمشیرہ صاحبہ کے مکان پر ائیرپورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی، راولپنڈی میں تشریف لے گئے، اور آپ کے ہمراہ جناب حکیم محمد فیضان صاحب زید مجدہٗ بھی تھے۔

□......گزشتہ دنوں بندہ امجد کے والد محترم (لطیفُ الامۃ) قبلہ مولانا عبداللطیف صاحب دامت برکاتہم (فاضل دارالعلوم دیوبند) مہینہ بھر شدید علیل رہے، اور اس دوران ادارہ میں قیام پذیر رہے، عمر ۹۰ سال سے اوپر ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

Iqra Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

22 فروری 2009ء بمطابق 26 صفر المظفر 1430ھ: پاکستان: ڈرون کو لینڈنگ کی اجازت دی ہے ،حکومت کا اعتراف ۔ پاکستان: ڈرون کو روکا نہ گیا تو سلسلہ اسلام آباد تک پہنچ سکتا ہے، شیخ رشید ۔ یہ بات باعثِ تشویش ہے کہ کسی ملک کی داخلی سلامتی کو اس طرح پامال کرنا اور ساتھ ہی اس سے دوستی کا دعویٰ بھی کرنا، ''بغل میں چھری اور منہ سے رام رام'' کا مصداق ہے ۔ **23 فروری**: پاکستان: پنجاب حکومت کو کمزور نہیں کریں گے، وزیراعظم ۔ پاکستان: سینیٹ الیکشن 20 نشستوں پر 87 امیدوار، حتمی فہرست جاری **24 فروری**: پاکستان: لیگی دھڑوں کے درمیان بند کمرے میں ایک گھنٹے ملاقات اختلافات ختم کرنے پر متفق ۔ شاید یہی ملاقات دونوں جماعتوں کے مشترکہ سیاسی حریفوں کو پسند نہیں آئی اور پنجاب حکومت کے خاتمے کا باعث بن گئی ۔ پاکستان: 70 امریکی فوجی ماہرین پاکستان میں خفیہ طور پر مصروفِ عمل زیادہ تر کا تعلق امریکا کی اسپیشل فورسز سے ہے **25 فروری**: پاکستان: قومی سلامتی کونسل ختم کرنے کا فیصلہ، یہ سابق صدر پرویز کے دور میں قائم کی گئی تھی ۔ پاکستان: شریف برادران اہلیت کیس سپریم کورٹ میں آج فیصلہ متوقع ہے **26 فروری**: پاکستان: شریف برادران نااہل پنجاب میں گورنر راج نافذ ۔ پاکستان: زرداری نے سودے بازی نہ کرنے پر نااہل قرار دلوایا، نواز شریف **27 فروری**: پاکستان: زرداری نے دھوکہ دیا ہم ملک بچائیں گے، نواز شریف ۔ پاکستان: سپریم کورٹ کے فیصلے اور پنجاب میں گورنر راج کے خلاف ملک بھر میں احتجاج ۔ امریکہ وفاق کی علامت زرداری نفاق کی علامت بن رہے ہیں، امریکی اخبار وال اسٹریٹ کا تجزیہ **28 فروری**: پاکستان: اسحاق ڈار کا چودھری ظہور الٰہی ہاؤس میں پرتپاک استقبال ن اور ق لیگ میں پہلا باقاعدہ رابطہ **یکم مارچ**: پاکستان: زرداری پرویز کے ججوں سے ایک سال تک ہماری تذلیل کرواتے رہے ۔ پاکستان: سرحد حکومت اور تحریک نفاذ شریعت کا سوات کی صورت حال پر اظہارِ اطمینان **2 مارچ**: پاکستان: صدر زرداری اور شریف برادران میں مفاہمت کے لئے کوششیں تیز ۔ پہلے مشرف اب زرداری امریکا سے ڈرتے ہیں، نواز شریف **3 مارچ**: پاکستان: کچھ بھی ہو مالاکنڈ میں شرعی نظام نافذ کر کے رہیں گے، وزیراعلیٰ سرحد **4 مارچ**: پاکستان: سری لنکن ٹیم پر حملہ 6 کھلاڑی زخمی 6 پولیس اہلکاروں سمیت 8 افراد جاں بحق ۔ سیریز کے دوران ناخوشگوار واقعہ کی اطلاع ملی تھی، سیکورٹی اہلکاروں نے بتایا کہ 10 بھارتی دہشت گرد پاکستان میں داخل ہو چکے ہیں، اس لئے بھارت کے ملوث ہونے کے امکانات کو رد نہیں کیا جاسکتا ۔ شہباز شریف نے سخت سیکورٹی کی ہدایت

کی تھی لیکن گورنر راج کے بعد ترجیحات بدل گئیں، باوثوق ذرائع ۔ **5مارچ** :پاکستان:مصالحت کار(مولانا فضل الرحمٰن اور اسفند یار ولی)پر امید پیش رفت کا اعلان تجاویز صدر کو پیش کی جائیں گی **6مارچ** :پاکستان:ڈیرہ اسماعیل خان میں مسجد پر دستی بم سے حملہ،1 نمازی جاں بحق ،20سے زائد زخمی **7مارچ** : پاکستان:امداد کے حصول کے لئے مشیر خزانہ سعودی عرب پہنچ گئے،تیل کی ادائیگیوں کو مؤخر کرانا دورے کے مقاصد کا حصہ ہے ۔ تعجب ہے کہ پوری دنیا میں تیل کی قیمتیں کم ہونے کے باوجود پاکستان میں قیمتیں اپنی جگہ برقرار رہیں،بجلی کے نرخوں اور جنرل سیل ٹیکسز میں اضافہ بھی آئے دن کیا جاتا ہے،مگر ادائیگیوں کے لئے رقم میسر نہیں، قومی خزانہ کا اگر صحیح استعمال کیا جائے تو یہ دن نہ دیکھنا پڑے **8مارچ** :پاکستان:صدر نے جسٹس افتخار کی بحالی کا فیصلہ کرلیا ۔ مرتا کیا نہ کرتا ۔ تیرے وعدے پے جئے اسے جھوٹ جانا خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا **9مارچ** :پاکستان:پی پی کا ن لیگ سے مفاہمت نہ کرنے کا اعلان،راجہ پرویز اشرف ۔ امریکہ افغانستان میں جنگ جیت نہیں رہا ،اعتدال پسندوں سے مذاکرات کرنا ہوں گے،اوباما **10مارچ** :پاکستان:مفاہمت کے نام پر منافقت کی گئی ، ملک کو زرداری کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ سکتے،نواز شریف **11مارچ** :افغانستان:امریکا نے بھارت سے افغانستان میں تعاون مانگ لیا **12مارچ** :پاکستان:پنجاب میں دفعہ 144 نافذ سینکڑوں گرفتار رہنماؤں کے گھروں پر چھاپے 20اضلاع میں فوج طلب **13مارچ** :پاکستان:بحران کے خاتمے کے لئے امریکی وبرطانوی کوششیں تیز ۔ پاکستان:گرفتاریوں،ہاتھا پائی،لاٹھی چارج ،کے ساتھ وکلاء کا لانگ مارچ کا آغاز علی کرد کو سندھ داخلے سے روک دیا گیا ۔ پاکستان:کرم ایجنسی امریکی حملہ 21افراد جاں بحق **14مارچ** : پاکستان:زرداری مفاہمت پر آمادہ ،وزیراعظم کو مذاکرات کا اختیار دے دیا ۔ پاکستان:زرداری معاہدوں کی پاسداری کریں معاملات ٹھیک ہوجائیں گے،نواز شریف **15مارچ** :پاکستان:صدر وزیراعظم کی ملاقات ، نااہلی فیصلے کے خلاف نظر ثانی اپیل دائر کرنے کا فیصلہ **16مارچ** :پاکستان:وزیراعظم کا قوم سے خطاب چیف جسٹس افتخار کی بحالی کا اعلان،ملک بھر سے دفعہ 144 ختم،گرفتار شدگان کی رہائی کا حکم **17مارچ** :پاکستان:راولپنڈی میں خودکش دھماکہ 14افراد جاں بحق متعدد زخمی مزید حملے ہوسکتے ہیں،مشیر داخلہ ۔ اطلاعات کے مطابق اس میں جاں بحق ہونے والے اکثر متوسط اور غریب ومزدور طبقہ کے افراد تھے،جن سے کسی کی کیا دشمنی ہوسکتی ہے،ملکی دشمن اس طرح کی کارروائیوں کے ذریعہ سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں،کہ پاکستانی باشندوں کی خوشی اور اتفاق انہیں کسی طرح بھی گوارا نہیں ﴿بقیہ صفحہ ۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Idara Ghufran